دُرِّثمین

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام
بانیٔ جماعتِ احمدیہ

کے

پُر معارف اُردو منظوم کلام کا انتخاب

Durr-e-Sameen

Urdu

Urdu poetry of

Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian A.S.

Founder of the worldwide Ahmadiyya Muslim Community

Present Edition Published in January 2002

Copies- 3000

Published by :

Nazarat Nashro Ishaat

Sadr Anjuman Ahmadiyya

Qadian-143516

Distt. Gurdaspur (Punjab)

Tel. No. +91-1872-70749

Fax. No. +91-1872-70105-70438

ISBN No. 81-7912-016-3

Fazle Umar Printing Press, Qadian

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

پیش لفظ

یہ منظوم کلام ان اُردو اشعار کا مجموعہ ہے جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام نے اپنی مختلف تصانیف میں تحریر فرمائے۔ اس مجموعہ کے درثمین کے نام سے متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اب درثمین سے کچھ نظموں کا انتخاب شائع کیا جارہا ہے۔ ان منتخب شدہ نظموں میں آپ کو اسلام کی صداقت خدا تعالیٰ کی اُلفت - قرآن کریم کی محبت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت کے ایسے عجیب نمونے ملیں گے جن کی تمام اُردو لٹریچر میں کوئی نظیر موجود نہیں۔ تبلیغی لحاظ سے بھی یہ انتخاب نہایت ہی عمدہ ہے۔ اس میں بے نظیر دلائل کے ساتھ حق کا پیغام پہنچایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اخلاقی نصائح دینی نکات اور پر معارف کلمات کا بھی یہ انتخاب حسین گلدستہ ہے جس کی بھینی بھینی خوشبو دل و دماغ کو حیات تازہ بخشتی ہے اور روح کو فرحت پہنچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ یہ انتخاب مفید ثابت ہو اور سعید روحوں کی ہدایت کا موجب ہو۔ آمین یا ربّ العالمین

ناظر نشر و اشاعت قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

نُصرتِ الٰہی

(منقول از براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عَالَم کو اِک عَالَم دکھاتی ہے

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی۔ اُن پہ اِک طوفان لاتی ہے

غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

دعوتِ فکر

(منقول از براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۵۷ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

یارو! خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟

باطل سے مَیل دِل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟

کب تک رہوگے ضِدّ و تعصّب میں ڈوبتے
آخر قدم بصِدق اُٹھاؤ گے یا نہیں؟

کیونکر کروگے ردّ جو محقق ہے ایک بات
کچھ ہوش کرکے عذر سُناؤ گے یا نہیں؟

سچ سچ کہو۔ اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

فضائل قرآن مجید

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُسکی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے۔ وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

ملائک جسکی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اُسکے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی۔ اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کُفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو۔ یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دِل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن کریم کی جامع خوبیوں کا بیان

اور

عیسائیوں سے خطاب

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۹۸ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

آؤ! عیسائیو!! اِدھر آؤ!!! نورِ حق دیکھو! راہ حق پاؤ!
جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ!
سر پہ خالق ہے اُس کو یاد کرو یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ!
کب تلک جھوٹ سے کروگے پیار کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ!
کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو! کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ!
عیشِ دنیا سدا نہیں پیارو اس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو کوئی اِس میں رہا نہیں پیارو
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دِل ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دِل
کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال ہائے سو سو اُٹھے دِل میں اُبال
کیوں نہیں دیکھتے طریقِ صواب کس بَلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کین و استکبار کیوں خدا یاد سے گیا یک بار
تم نے حق کو بُھلا دیا ہیہات! دِل کو پتھر بنا دیا ہیہات
اے عزیزو! سُنو۔ کہ بے قرآں حق کو پاتا نہیں کبھی انساں

جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں اُن پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اِک عجیب اثر کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر
جس کا ہے نام قادرِ اکبر اُس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
کوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اُسکے اوصاف کیا کروں میں بیاں وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اِک جاں
وہ تو چمکا ہے نیّرِ اکبر اُس سے انکار ہو سکے کیونکر
وہ ہمیں دِلستاں تلک لایا اُس کے پانے سے یار کو پایا!
بحرِ حکمت ہے وہ کلامِ تمام عشقِ حق کا پِلا رہا ہے جام!
بات جب اس کی یاد آتی ہے یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے دِل سے غیرِ خدا اُٹھاتی ہے
درد مندوں کی ہے دَوا وہی ایک ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
ہم نے پایا خورِ[1]ھُدیٰ وہی ایک ہم نے دیکھا ہے دِلرُبا وہی ایک
اُس کے مُنکر جو بات کہتے ہیں! یونہی اِک واہیات کہتے ہیں!
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں میرے منہ پر وہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اُس دِلستاں کا حال سُنیں مجھ سے وہ صورت جمال سُنیں

آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی
نہ سہی یونہی امتحان سہی

---

[1] خور بمعنی سورج

اوصافِ قرآن مجید

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۳۰۵ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفٰی نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نُور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نُور کے ہوتے بھی دِلِ اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پُتلا نکلا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک شعر

(منقول از براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۰۱ مطبوعہ ۱۸۸۴ء)

نہیں محصور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا
خدا کی قدرتوں کا حصر دعویٰ ہے خدائی کا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حمدِ ربُّ العٰلمیں

(منقول از سُرمۂ چشمِ آریہ صفحہ ۴ مطبوعہ ۱۸۸۶ء)

کس قدر ظاہر ہے نُور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کُل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُسمیں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبّت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سَو سَو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغِ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دُنیا طلبی و غفلت شعاری

(منقول از سُرمۂ چشمِ آریہ صـ ۸۹ مطبوعہ ۱۸۸۶ء)

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
زَر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زَر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں
جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ اُن کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
پر اُن کو اُس سَجَنْ کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں
دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی
ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلاں وفا نہ کُند ایں سرائے خام
دنیائے دوں نماند و نماند بہ کس مدام

خدا کے بھید

(منقول از سُرمۂ چشمِ آریہ صـ ۱۸۴ مطبوعہ ۱۸۸۶ء)

جس نے پیدا کیا وہی جانے
دوسرا کیونکر اس کو پہچانے
غیر کو غیر کی خبر کیا ہو
نظر دُور کارگر کیا ہو

(منقول از سُرمۂ چشمِ آریہ آخر اشتہار محک اخیار واشرار مطبوعہ ۱۸۸۶ء)

ہم نے الفت میں تری بار اُٹھایا کیا کیا
تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

لعلِ بے بدل

(منقول از ازالہ اوہام حصہ دوم صہ ۵۶۵ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

آج ہم دِلبر کے اور دِلبر ہمارا ہوگیا
جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہوگیا

شکر للہ مِل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دِل سنگِ خارا ہوگیا

وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

(منقول از ازالہ اوہام حصہ دوم صہ ۷۶۴ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دِل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال

ابنِ مریمؑ مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنّت ہوا وہ محترم

مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر
اُس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے

کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں

عہد شُد از کردگار بے چگوں
غور کن در اِنَّھُمْ لَایَرْجِعُوْن

اے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا

یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں
چل بسے سب انبیاء و راستاں

ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات
یونہی باتیں ہیں بنائیں واہیات

کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے
ہے یہ دیں یا سیرتِ کفّار ہے

برخلافِ نص یہ کیا جوش ہے سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے
کیوں بنایا ابنِ مریم کو خدا سنّت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
کیوں بنایا اُس کو باشانِ کبیر غیب دان و خالق وحیّ و قدیر
مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا اب تلک آئی نہیں اُس پر فنا
ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا اِس خدا دانی پہ تیری مرحبا
مولوی صاحب! یہی توحید ہے سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے
کیا یہی توحیدِ حق کا راز تھا جس پہ برسوں سے تمہیں اِک ناز تھا
کیا بشر میں ہے خدائی کا نشاں الاماں ایسے گماں سے الاماں
ہے تعجب آپ کے اس جوش پر فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر
کیوں نظر آتا نہیں راہِ صواب پڑگئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب
کیا یہی تعلیمِ فرقاں ہے بھلا کچھ تو آخر چاہئے خوفِ خدا
مومنوں پر کُفر کا کرنا گماں ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
سخت شورے اوفتاد اندر زمیں رحم کن برخلق اے جاں آفریں

کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے ربّ الوریٰ

علاماتُ المقرّبین

(منقول از نشانِ آسمانی صـ۴۶ حاشیہ مطبوعہ ۱۸۹۲ء)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قادرِ مطلق کے حضور

(منقول از آسمانی فیصلہ صـ۸ مطبوعہ ۱۸۹۲ء)

اِک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا تجھ کو سب قدرت ہے اے ربّ الورٰی
حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام
اِک نشاں دکھلا کہ ہو حجّت تمام

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

(منقول از آئینہ کمالاتِ اسلام صـ ۲۲۴ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

ہر طرف فِکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور۔ اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سَو بار جگایا ہم نے
جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج اِن نوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مُدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالَم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اُس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے
زُعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
افترا ہے جسے ازخود ہی بنایا ہم نے
کافرو ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سُن کے دُعا دیتا ہوں اِن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے

نقشِ ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اُڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجعٔ عالم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھُو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبّت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ تیرا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نُور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسُلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بابا نانکؒ اور اُن کا پاک چولہ

(منقول از ست بچن صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

یہی پاک چولا ہے سکّھوں کا تاج   یہی کابلی مل کے گھر میں ہے آج
یہی ہے کہ نوروں سے معمور ہے   جو دور اِس سے اُس سے خدا دُور ہے
یہی جنم ساکھی میں مذکور ہے   جو انگد سے اِس وقت مشہور ہے
اِسی پر وہ آیات ہیں بیّنات   کہ جن سے ملے جاودانی حیات
یہ نانک کو خلعت ملا سر فراز   خدا سے جو تھا درد کا چارہ ساز
اِسی سے وہ سب رازِ حق پاگیا   اِسی سے وہ حق کی طرف آگیا
اِسی نے بلا سے بچایا اُسے   ہر اِک بدگہر سے چھڑایا اُسے
ذرا سوچو سکّھو یہ کیا چیز ہے   یہ اُس مرد کے تن کا تعویذ ہے
یہ اُس بھگت کا رہ گیا اِک نشاں   نصیحت کی باتیں حقیقت کی جاں
سُنو مجھ سے اے لوگو نانک کا حال   سُنو قصۂ قدرتِ ذوالجلال
وہ تھا آریہ قوم سے نیک ذات   خرد مند خوش خو مبارک صفات
ابھی عمر سے تھوڑے گذرے تھے سال   کہ دل میں پڑا اس کے دیں کا خیال
اِسی جُستجو میں وہ رہتا مدام   کہ کس راہ سے وہ سچ کو پاوے تمام
وہ رہتا تھا اِس غم میں ہر دَم اُداس   زباں بند تھی دل میں سَو سَو ہراس
یہی فکر کھاتا اُسے صبح و شام   نہ تھا کوئی ہمراز نے ہمکلام
کبھی باپ کی جبکہ پڑتی نظر   وہ کہتا کہ اے میرے پیارے پسر

میں حیراں ہوں تیرا یہ کیا حال ہے ‏ وہ غم کیا ہے جس سے تو پامال ہے
نہ وہ تیری صورت نہ وہ رنگ ہے ‏ کہو کس سبب تیرا دل تنگ ہے
مجھے سچ بتا کھول کر اپنا حال ‏ کہ کیوں غم میں رہتا ہے اے میرے لال
وہ رو دیتا کہہ کر کہ سب خیر ہے ‏ مگر دل میں اِک خواہش سیر ہے
پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار ‏ نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھے پہاڑ
اُتار اپنے مونڈھوں سے دنیا کا بار ‏ طلب میں سفر کر لیا اختیار
خدا کیلئے ہوگیا دردمند ‏ تنعّم کی راہیں نہ آئیں پسند
طلب میں چلا بیخود و بے حواس ‏ خدا کی عنایات کی کر کے آس
جو پوچھا کسی نے چلے ہو کدھر ‏ غرض کیا ہے جس سے کیا یہ سفر
کہا رو کے حق کا طلب گار ہوں ‏ نثارِ رہِ پاک کرتار ہوں
سفر میں وہ رو رو کے کرتا دُعا ‏ کہ اے میرے کرتار مشکل کُشا
میں عاجز ہوں کچھ بھی نہیں خاک ہوں ‏ مگر بندۂ درگہِ پاک ہوں
میں قرباں ہوں دل سے تری راہ کا ‏ نشاں دے مجھے مردِ آگاہ کا
نشاں تیرا پاکر وہیں جاؤں گا ‏ جو تیرا ہو وہ اپنا ٹھہراؤں گا
کرم کر کے وہ راہ اپنی بتا ‏ کہ جس میں ہو اے میرے تیری رضا
میں تیرا ہوں اے میرے کرتار پاک ‏ نہیں تیری راہوں میں خوفِ ہلاک
ترے در پہ جاں میری قربان ہے ‏ محبّت تری خود مری جان ہے
وہ طاقت کہ ملتی ہے ابرار کو ‏ وہ دے مجھ کو دکھلا کے اسرار کو
خطا وار ہوں مجھ کو وہ رہ بتا ‏ کہ حاصل ہو جس رہ سے تیری رضا

اِسی عجز میں تھا تذلّل کے ساتھ ۔ کہ پکڑا خدا کی عنایت نے ہاتھ
ہوا غیب سے ایک چولہ عیاں ۔ خدا کا کلام اس پہ تھا بے گماں
وہ پھرتا تھا کوچوں میں چولہ کے ساتھ ۔ دکھاتا تھا لوگوں کو قدرت کے ہاتھ
کوئی دیکھتا جب اُسے دُور سے ۔ تو ملتی خبر اُس کو اُس نور سے
جسے دُور سے وہ نظر آتا تھا ۔ اُسے چولہ خود بھید سمجھاتا تھا
وہ ہر لحظہ چولے کو دکھلاتا تھا ۔ اسی میں وہ ساری خوشی پاتا تھا
غرض یہ تھی تا یار خورسند ہو ۔ خطا دُور ہو پختہ پیوند ہو
جو عشّاق اس ذات کے ہوتے ہیں ۔ وہ ایسے ہی ڈر ڈر کے جاں کھوتے ہیں
وہ اُس یار کو صِدق دکھلاتے ہیں ۔ اسی غم میں دیوانہ بن جاتے ہیں
وہ جاں اُس کی رہ میں فدا کرتے ہیں ۔ وہ ہر لحظہ سو سو طرح مرتے ہیں
وہ کھوتے ہیں سب کچھ بصدق و صفا ۔ مگر اُس کی ہو جائے حاصل رضا
یہ دیوانگی عشق کا ہے نشان ۔ نہ سمجھے کوئی اس کو جُز عاشقان
غرض جوشِ الفت سے مجذوب وار ۔ یہ نانک نے چولہ بنایا شعار
مگر اُس سے راضی ہو وہ دلستاں ۔ کہ اُس بن نہیں دل کو تاب و تواں
خدا کے جو ہیں وہ یہی کرتے ہیں ۔ وہ لعنت سے لوگوں کی کب ڈرتے ہیں
وہ ہو جاتے ہیں سارے دلدار کے ۔ نہیں کوئی اُن کا بجز یار کے
وہ جاں دینے سے بھی نہ گھبراتے ہیں ۔ کہ سب کچھ وہ کھو کر اُسے پاتے ہیں
وہ دلبر کی آواز بن جاتے ہیں ۔ وہ اُس جاں کے ہمراز بن جاتے ہیں
وہ ناداں جو کہتا ہے در بند ہے ۔ نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے

نہیں عقل اُس کو نہ کچھ غور ہے — اگر وید ہے یا کوئی اور ہے

یہ سچ ہے کہ جو پاک ہو جاتے ہیں — خدا سے خدا کی خبر لاتے ہیں

اگر اُس طرف سے نہ آوے خبر — تو ہو جائے یہ راہ زیر و زبر

طلب گار ہو جائیں اس کے تباہ — وہ مَر جائیں دیکھیں اگر بند راہ

مگر کوئی معشوق ایسا نہیں — کہ عاشق سے رکھتا ہو یہ بغض و کیں

خدا پر تو پھر یہ گماں عیب ہے — کہ وہ راحم و عالم الغیب ہے

اگر وہ نہ بولے تو کیونکر کوئی — یقیں کر کے جانے کہ ہے مختفی

وہ کرتا ہے خود اپنے بھگتوں کو یاد — کوئی اُس کی رہ میں نہیں نامراد

خدا پر خدا سے یقیں آتا ہے — وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے

کوئی یار سے جب لگاتا ہے دل — تو باتوں سے لذّت اُٹھاتا ہے دِل

کہ دلدار کی بات ہے اِک غذا — مگر تو ہے منکر تجھے اس سے کیا

نہیں تجھ کو اس رہ کی کچھ بھی خبر — تو واقف نہیں اس سے اے بے ہُنر

وہ ہے مہربان و کریم و قدیر ! — قسم اُس کی، اس کی نہیں ہے نظیر

جو ہوں دل سے قربان ربِّ جلیل — نہ نقصاں اُٹھاویں نہ ہوویں ذلیل

اسی سے تو نانک ہوا کامیاب — کہ دل سے تھا قربان عالی جناب

لیا اس کو فضلِ خدا نے اُٹھا — مِلی دونوں عالم میں عزّت کی جا

اگر تو بھی چھوڑے یہ ملکِ ہوا — تجھے بھی یہ رُتبہ کرے وہ عطا

تو رکھتا نہیں ایک دم بھی روا — جو بیوی سے اور بچوں سے ہو جُدا

مگر وہ تو پھرتا تھا دیوانہ وار — نہ جی کو تھا چین اور نہ دل کو قرار

ہر اِک کہتا تھا دیکھ کر اِک نظر ۔ کہ ہے اس کی آنکھوں میں کچھ جلوہ گر

محبت کی تھی سینہ میں اِک خلش ۔ لئے پھرتی تھی اس کو دل کی تپش

کبھی شرق میں اور کبھی غرب میں ۔ رہا گھومتا قلق اور کرب میں

میں چولے کا کرتا ہوں پھر کچھ بیاں ۔ کہ ہے یہ پیارا مجھے جیسے جاں

ذرا جنم ساکھی کو پڑھ اے جواں ۔ کہ انگد نے لکھا ہے اُس میں عیاں

کہ قدرت کے ہاتھوں کے تھے وہ رقم ۔ خدا ہی نے لکھا بہ فضل و کرم

یہ نانک سے کرنے لگے جب جُدا ۔ رہے زور کر کر کے بے مدّعا

کہا دُور ہو جاؤ تم ہار کے ۔ یہ خلعت ہے ہاتھوں سے کرتار کے

بشر سے نہیں تا اُتارے بشر ۔ خدا کا کلام اس پہ ہے جلوہ گر

دُعا کی تھی اُس نے کہ اے کردگار ۔ بتا مجھ کو راہ اپنی خود کر کے پیار

یہ چولہ تھا اُس کی دُعا کا اثر ۔ یہ قدرت کے ہاتھوں کا تھا سر بسر

یہی چھوڑ کر وہ ولی مر گیا ۔ نصیحت تھی مقصد ادا کر گیا

اُسے مُردہ کہنا خطا ہے خطا ۔ کہ زندوں میں وہ زندہ دل جا ملا

وہ تن گم ہوا یہ نشاں رہ گیا ۔ ذرا دیکھ کر اس کو آنسو بہا

کہاں ہے محبّت کہاں ہے وفا ۔ پیاروں کا چولہ ہوا کیوں بُرا

وفادار عاشق کا ہے یہ نشاں ۔ کہ دلبر کا خط دیکھ کر ناگہاں

لگاتا ہے آنکھوں سے ہو کر فدا ۔ یہی دیں ہے دلداد گاں کا سدا

مگر جس کے دل میں محبّت نہیں ۔ اُسے ایسی باتوں سے رغبت نہیں

اُٹھو جلد ترلاؤ فوٹو گراف ۔ ذرا کھینچو تصویر چولے کی صاف

کہ دنیا کو ہرگز نہیں ہے بقا
فنا سب کا انجام ہے جُز خدا

سولو عکس جلدی کہ اب ہے ہراس
مگر اس کی تصویر رہ جائے پاس

یہ چولہ کہ قدرت کی تحریر ہے
یہی راہنما اور یہی پیر ہے

یہ انگد نے خود لکھ دیا صاف صاف
کہ ہے وہ کلامِ خدا بے گزاف

وہ لکھا ہے خود پاک کرتار نے
اُسی حیّ و قیوم و غفّار نے

خدا نے جو لکھا وہ کب ہو خطا
وہی ہے خدا کا کلامِ صفا

میں کہتا ہوں اِک بات اے نیک نام
ذرا غور سے اِس کو سُنیو تمام

کہ بیشک یہ چولہ پُر از نور ہے
تمرّد، وفا سے بہت دُور ہے

دکھائیں گے چولہ تمہیں کھول کر
کہ دو اُس کا اُتّر ذرا بول کر

یہی پاک چولہ رہا اِک نشاں
گُرو سے کہ تھا خلق پر مہرباں

اِسی پر دو شالے چڑھے اور زر
یہی فخر سکھّوں کا ہے سربسر

یہی ملک و دولت کا تھا اِک ستوں
عمل بد کئے ہوگئے سَرنگوں

خدا کیلئے چھوڑو اب بغض و کیں
ذرا سوچو باتوں کو ہو کر امیں

وہ صدق و محبّت وہ مہرو وفا
جو نانک سے رکھتے تھے تم بَرملا

دکھاؤ ذرا آج اُس کا اَثر
اگر صدق ہے جلد دوڑو اِدھر

گُرو نے تو کر کے دکھایا تمہیں
وہ رستہ چلو جو بتایا تمہیں

کہاں ہیں جو نانک کے ہیں خاک پا
جو کرتے ہیں اس کیلئے جاں فدا

کہاں ہیں جو اس کے لئے مرتے ہیں
جو ہے واک اس کا وہی کرتے ہیں

کہاں ہیں جو ہوتے ہیں اس پر نثار
جھکاتے ہیں سر اپنے کو کر کے پیار

کہاں ہیں جو رکھتے ہیں صدق و ثبات   گرو سے ملے جیسے شیر و نبات
کہاں ہیں کہ جب اس سے کچھ پاتے ہیں   تعشّق سے قرباں ہوئے جاتے ہیں
کہاں ہیں جو اُلفت سے سرشار ہیں   جو مرنے کو بھی دل سے تیار ہیں
کہاں ہیں جو وہ بُخل سے دُور ہیں   محبّت سے نانک کی معمور ہیں
کہاں ہیں جو اس راہ میں پُرجوش ہیں   گُرو کے تعشق میں مدہوش ہیں
کہاں ہیں وہ نانک کے عاشق کہاں   کہ آیا ہے نزدیک اب امتحاں
کہاں ہیں جو الفت کا بھرتے ہیں دَم   اطاعت سے سر کو بنا کر قدم
گُرو جس کے اس رہ پہ ہوویں فدا   وہ چیلا نہیں جو نہ دے سر جُھکا
اگر ہاتھ سے وقت جاوے نکل   تو پھر ہاتھ مَل مَل کے رونا ہے کل
نہ مَردی ہے تیر اور تلوار سے   بنو مَرد مَردوں کے کردار سے
سُنو آتی ہے ہر طرف سے صدا   کہ باطل ہے ہر چیز حق کے سوا
کوئی دن کے مہماں ہیں ہم تم سبھی   خبر کیا کہ پیغام آوے ابھی
اُٹھو سونے والو کہ وقت آگیا   تمہارا گرو تم کو سمجھا گیا

نہ سمجھے تو آخر کو پچھتاؤ گے
گُرو کے سراپوں کا پھل پاؤ گے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محمود کی آمین

(مطبوعہ ۷؍جون ۱۸۹۷ء)

حمد و ثنا اُسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اسکا کوئی، نہ کوئی ثانی

باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی
غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی

سب غیر ہیں وہی ہے اِک دل کا یار جانی
دِل میں مرے یہی ہے سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہے پاک پاک قدرت عظمت ہے اسکی عظمت
لرزاں ہیں اہلِ قربت کرّوبیوں پہ ہیبت

ہے عام اُس کی رحمت کیونکر ہو شکرِ نعمت
ہم سب ہیں اُسکی صنعت اس سے کرو محبّت

غیروں سے کرنا اُلفت کب چاہے اسکی غیرت
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

جو کچھ ہمیں ہے راحت سب اُسکی جود و منّت
اسسے ہے دل کی بیعت دِل میں ہے اُسکی عظمت

بہتر ہے اُسکی طاعت طاعت میں ہے سعادت
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا

اُس بن نہیں گذارا غیر اسکے جھوٹ سارا
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یاربّ ہے تیرا احساں میں تیرے در پہ قرباں
تو نے دیا ہے ایماں تو ہر زماں نگہباں

تیرا کرم ہے ہر آں تو ہے رحیم و رحماں
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

کیونکر ہو شکر تیرا۔ تیرا ہے جو ہے میرا
تو نے ہر اِک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا

جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا

صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور   تو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تُو میرا ربِّ اکبر   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
ہے آج ختمِ قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں   تو نے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے ربِّ محسن کیونکر ہو شکرِ احساں   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمتِ اتم ہے   کیونکر ہو حمد تیری کب طاقتِ قلم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اے قادر و توانا ! آفات سے بچانا   ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھکو مانا
غیروں سے دل غنی ہے جب سے ہے تجھکو جانا   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
احقر کو میرے پیارے اِک دم نہ دُور کرنا   بہتر ہے زندگی سے تیرے حضور مرنا
واللہ خوشی سے بہتر غم سے ترے گذرنا   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے   سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں   یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلامِ در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
کر ان کو نیک قسمت دے اِنکو دین و دولت   کر انکی خود حفاظت ہو اِن پہ تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزّت   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر   رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو!   جاں پُرزِ نور رکھیو دِل پُر سرور رکھیو
اِن پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

میری دعائیں ساری کریو قبول باری   میں جاؤں تیرے واری کر تُو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لیکر اُمید بھاری   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا   دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دن ہوں مُرادوں والے پُرنور ہو سویرا   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اسکے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر   تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطّر   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ انکو گندے   کراِن سے دُور یارب دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ اِن کو مندے   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے   کر اِن کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گُہر یہ سارے   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اے میرے دل کے جانی اے شاہِ دو جہانی   کر ایسی مہربانی اِن کا نہ ہووے ثانی
دے بختِ جاودانی اور فیضِ آسمانی   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
سُن میرے پیارے باری میری دُعائیں ساری   رحمت سے انکو رکھنا میں تیرے منہ کے واری
اپنی پناہ میں رکھیو سُنکر یہ میری زاری   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اے واحدِ یگانہ اے خالقِ زمانہ   میری دُعائیں سُن لے اور عرضِ چاکرانہ
تیرے سپُرد تینوں دیں کے قمر بنانا   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
فکروں سے دل حزیں ہے جاں درد سے قریں ہے   جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے
ہر غم سے دُور رکھنا تو ربّ عالمیں ہے   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا   ہر رنج سے بچانا دُکھ درد سے چھڑانا
خود میرے کام کرنا یا ربّ نہ آزمانا   یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوویں نُور یکسر

یہ مرجعِ شہاں ہوں یہ ہوویں مہرِ انور
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اہلِ وقار ہوویں فخرِ دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں

بابرگ وبار ہوویں اِک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تو ہے جو پالتا ہے ہر دم سنبھالتا ہے
غم سے نکالتا ہے دَر دوں کو ٹالتا ہے

کرتا ہے پاک دل کو حق دل میں ڈالتا ہے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تونے سکھایا فرقاں جو ہے مدارِ ایماں
جس سے ملے ہے عرفاں اور دُور ہووے شیطاں

یہ سب ہے تیرا احساں تجھ پر نثار ہو جاں
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تیرا نبیؐ جو آیا اس نے خدا دکھایا
دینِ قویم لایا بدعات کو مٹایا

حق کی طرف بلایا مِل کر خدا ملایا
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

قرباں ہیں تجھ پہ سارے جو ہیں مرے پیارے
احساں ہیں تیرے بھارے گِن گِن کے ہم تو ہارے

دل خوں ہے غم کے مارے کشتی لگا کنارے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اِس دل میں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے
تجھ سے ہوں میں منوّر میرا تو تُو قمر ہے

تجھ پر مرا توکّل دَر پر ترے یہ سر ہے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

جب تجھ سے دل لگایا سَو سَو ہے غم اُٹھایا
تن خاک میں ملایا جاں پر وبال آیا

پر شکر اے خدایا جاں کھو کے تجھ کو پایا
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

دیکھا ہے تیرا منہ جب چمکا ہے ہم پہ کوکب
مقصود مِل گیا سب۔ ہے جام اب لبالب

تیرے کرم سے یاربّ میرا بر آیا مطلب
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

احباب سارے آئے تونے یہ دن دکھائے
تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے

یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

مہماں جو کر کے اُلفت آئے بصد محبّت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت

پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

دنیا بھی اِک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے

شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے دوستو پیارو ! عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گذارو

دنیا ہے جائے فانی دل سے اِسے اتارو
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اِس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دور جاؤ اِس سے

یارو یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

قرآں کتابِ رحماں سکھلائے راہِ عرفاں
جو اس کو پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں

ان پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے ولایت

یہ نور دل کو بخشے دل میں کرے سرایت
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا

اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَنْ یَّرَانِیْ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خدا تعالیٰ کا شکر اور دُعا بزبان امّاں جان رضؓ

(منقول از اخبار الحکم ۷؍نومبر ۱۹۰۰ء)

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا
کِس طرح شکر کروں اے میرے سلطاں تیرا

ایک ذرّہ بھی نہیں تونے کیا مجھ سے فرق
میرے اس جسم کا ہر ذرّہ ہو قرباں تیرا

سر سے پا تک ہیں الٰہی ترے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا

تونے اِس عاجزہ کو چار دیئے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے یہ اور فضل نمایاں تیرا

پہلا فرزند ہے محمود، مبارک چوتھا
دونوں کے بیچ بشیر اور شریفاں تیرا

تونے اِن چاروں کی پہلے سے بشارت دی تھی
تو وہ حاکم ہے کہ ٹلتا نہیں فرماں تیرا

تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
مجھ پہ بیحد ہے کرم اَے مرے جاناں تیرا

تخت پر شاہی کے ہے مجھ کو بٹھایا تونے
دین و دنیا میں ہوا مجھ پہ ہے احساں تیرا

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

مجھ پہ وہ لطف کئے تونے کہ برترِ خیال
ذات برتر ہے تری۔ پاک ہے ایواں تیرا

چُن لیا تونے مجھے اپنے مسیحا کے لئے
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا

کِس کے دل میں یہ ارادے تھے یہ تھی کس کو خبر
کون کہتا تھا کہ یہ بخت ہے رخشاں تیرا

پر مرے پیارے۔ یہی کام ترے ہوتے ہیں
ہے یہی فضل تری شان کے شایاں تیرا

فضل سے اپنے بچا مجھ کو ہر اِک آفت سے
صِدق سے ہم نے لیا ہاتھ میں داماں تیرا

کوئی ضائع نہیں ہوتا۔ جو ترا طالب ہے
کوئی رسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا

آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا

جس نے دل تجھ کو دیا۔ ہو گیا سب کچھ اُس کا
سب ثنا کرتے ہیں جب ہووے ثناخواں تیرا

اس جہاں میں ہے وہ جنت میں ہی، بے ریب وگماں
جو اِک پختہ توکّل سے ہے مہماں تیرا

میری اولاد کو تو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرۂ نمایاں تیرا

عمر دے رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پاجائیں وہ عرفاں تیرا

اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دکھا
بخش دے میرے گنہ اور جو عِصیاں تیرا

اِس جہاں کے نہ بنیں کیڑے، یہ کر فضل ان پر
ہر کوئی اِن میں سے کہلائے مسلماں تیرا

غیر ممکن ہے کہ تدبیر سے پاؤں یہ مُراد
بات جب بنتی ہے۔ جب سارا ہو ساماں تیرا

بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں
حکم چلتا ہے ہر اِک ذرّہ پہ ہر آں تیرا

میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا
تو ہے غفّار۔ یہی کہتا ہے قرآں تیرا

صبر جو پہلے تھا اب مجھ میں نہیں ہے پیارے
دکھ سے اب مجھ کو بچا نام ہے رحماں تیرا

ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم
حکم تیرا ہے زمیں تیری ہے دَوراں تیرا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اُمُّ الکتاب

(منقول از اعجاز المسیح ٹائٹل پیج صـ۲ مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

اے دوستو جو پڑھتے ہو امّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

سوچو دُعائے فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار

دیکھو خدا نے تم کو بتائی دُعا یہی
اُسکے حبیب نے بھی پڑھائی دُعا یہی

پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اسکی رہ سے درِ بے نیاز میں

اُسکی قسم کہ جس نے یہ سورۃ اُتاری ہے
اُس پاک دل پہ جسکی وہ صورت پیاری ہے

یہ میرے رب سے میرے لئے اِک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہرالٰہ ہے

میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد ربّ جلیل ہے

پھر میرے بعد اَوروں کی ہے انتظار کیا؟
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا ؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

معرفتِ حق

(منقول از اخبار الحکم ۲۴ / نومبر ۱۹۰۱ء)

آواز آرہی ہے یہ فونو گراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

جب تک عمل نہیں ہے دلِ پاک و صاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے

باہر نہیں اگر دلِ مُردہ غلاف سے
حاصل ہی کیا ہے جنگ و جدال و خلاف سے

وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائیدِ حق نہ ہو مددِ آسماں نہ ہو

مذہب بھی ایک کھیل ہے جبتک یقیں نہیں
جو نور سے تہی ہے خدا سے وہ دیں نہیں

دینِ خدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اس سے دُور ہے وہ خدا سے بھی دُور ہے

دینِ خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کُشا

جن کا یہ دیں نہیں ہے نہیں ان میں کچھ بھی دم
دنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم

وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں
بُت ترک کرکے پھر بھی بُتوں کے غلام ہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بشیر احمد شریف احمد اور مبارکہ کی آمین

(مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

خُدایا اَے میرے پیارے خدایا
یہ کیسے ہیں ترے مجھ پر عطایا

کہ تونے پھر مجھے یہ دن دکھایا
کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا

بشیر احمد جسے تونے پڑھایا
شفادی آنکھ کو بینا بنایا

شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا
کہ اس کو تونے خود فرقاں سکھایا

یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا
کلامِ حق کو ہے فَر فَر سنایا

بَرس میں ساتویں جب پَیر آیا
تو سر پر تاج قرآں کا سجایا

ترے احساں ہیں اے ربّ البرایا
مبارک کو بھی پھر تونے جلایا

جب اپنے پاس اِک لڑکا بلایا
تو دے کر چار جلدی سے ہنسایا

غموں کا ایک دن اور چار شادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

اور ان کے ساتھ دی ہے ایک دُختر
ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر

کلامُ اللہ کو پڑھتی ہے فر فر
خدا کا فضل اور رحمت سراسر

ہوا اِک خواب میں یہ مجھ پہ اظہر
کہ اس کو بھی ملے گا بختِ برتر

لقب عزّت کا پاوے وہ مقرّر
یہی روزِ ازل سے ہے مقدّر

خدا نے چار لڑکے اور یہ دُختر
عطا کی۔ پس یہ احساں ہے سراسر

یہ کیا احساں ترا ہے بندہ پَرور
کروں کس مُنہ سے شکر اے میرے داور

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

کریما! دُور کر۔ تو اِن سے ہر شر
رحیما! نیک کر۔ اور پھر معمّر

پڑھایا جس نے اُس پر بھی کرم کر
جزا دے دین اور دُنیا میں بہتر

رہِ تعلیم اِک تو نے بتا دی[1]
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ

دیئے ہیں تو نے مجھ کو چار فرزند
اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند

بنا اِن کو نِکوکار و خردمند
کرم سے ان پہ کر راہِ بدی بند

ہدایت کر انہیں میرے خداوند
کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند

تو خود کر پرورش اے میرے اخوند
وہ تیرے ہیں ہماری عمر تا چند

یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ

مِرے مولیٰ مری یہ اِک دُعا ہے
تری درگاہ میں عجز و بُکا ہے

وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے

مِری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اِک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے

تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

عجب محسن ہے تو بحرالایادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ

نجات ان کو عطا کر گندگی سے
برات ان کو عطا کر بندگی سے

رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اَے خدا! بد زندگی سے

وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال
نہ آوے ان کے گھر تک رعبِ دجّال

---

[1] قاعدہ یسرنا القرآن بچوں کیلئے بے شک مفید چیز ہے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ تعلیم خیال میں نہیں

بچانا اِن کو ہر غم سے بہرحال
نہ ہوں وہ دُکھ میں اور رنجوں میں پامال
یہی اُمّید ہے دل نے بتادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

دُعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ
نہ آوے اِن پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
مِرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا
یہی اُمّید ہے اے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا۔ الم کا۔ بے بسی کا
یہ ہو۔ مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تونے پہلے سے سُنا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ احسانِ خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لِقا ہے
یہی آئینہٴ خالق نما ہے
یہی اِک جوہر سیفِ دُعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتّقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اِک فخرِ شانِ اولیاء ہے
بجز تقویٰ زیادت اِن میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو۔ یہیں دارالجزاء ہے
مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سُنو! ہے حاصلِ اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مَے اور جام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ
کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تونے مجھ کو اے خدادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

خُدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تونے دی اور پھر یہ اولاد

کہا "ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد" بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تونے بارہا دی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

مری اولاد سب تیری عطا ہے ہر اِک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے یہی ہیں پنج تن جن پر بِنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

دیئے تونے مجھے یہ مہرو مہتاب یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تونے وہ اے ربّ ارباب کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

میں کیونکر گِن سکوں تیرے یہ انعام کہاں ممکن ترے فضلوں کا ارقام
ہر اِک نعمت سے تونے بھر دیا جام ہر اِک دشمن کیا مَردُود و ناکام
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

مری ہر بات کو تونے چلا دی مری ہر روک بھی تونے اُٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بنا دی تَرٰی نَسْلاً بَعِیْدًا بھی دکھا دی
جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اس دِلستاں میں ہوئے بدنام ہم اِس سے جہاں میں
عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں

ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

کروں کیونکر ادا میں شُکرِ باری   فدا ہو اُس کی رہ میں عمر ساری

مرے سر پر ہے مِنّت اس کی بھاری   چلی اس ہاتھ سے کشتی ہماری

مری بگڑی ہوئی اُس نے بنادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے   کہ تونے کام سب میرے سنوارے

ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے   چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے

گڑھے میں تونے سب دشمن اُتارے   ہمارے کر دیئے اونچے منارے

مُقابل پر مرے یہ لوگ ہارے   کہاں مرتے تھے پر تونے ہی مارے

شریروں پر پڑے ان کے شرارے   نہ ان سے رُک سکے مقصد ہمارے

انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

تری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر   مری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر

حریفوں کو لگے ہر سمت سے تیر   گرفتار آگئے جیسے کہ نخچیر

ہوا آخر وہی جو تیری تقدیر   بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر

خدا نے اُن کی عظمت سب اُڑادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

مری اُس نے ہر اک عزت بنادی   مخالف کی ہر اک شیخی مٹا دی

مجھے ہر قسم سے اُس نے عطا دی   سعادت دی۔ ارادت دی۔ وفا دی

ہر اک آزار سے مجھ کو شفا دی   مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا دی

محبت غیر کی دل سے ہٹا دی   خدا جانے کہ کیا دل کو سُنا دی

دَوا دی اور غذا دی اور قبا دی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

مجھے کب خواب میں بھی تھی یہ امید   کہ ہوگا میرے پر یہ فضلِ جاوید

ملی یوسف کی عزّت لیک بے قید   نہ ہو تیرے کرم سے کوئی نومید
مُراد آئی۔ گئی سب نا مُرادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ
تری رحمت عجب ہے، اے مرے یار   ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار
غریقوں کو کرے اِک دم میں تو پار   جو ہو نومید تجھ سے۔ ہے وہ مُردار
وہ ہو آوارۂ ہر دشت و وادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ
ہوئے ہم تیرے۔ اے قادر توانا   ترے در کے ہوئے۔ اور تجھ کو جانا
ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا   مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفّار و ہادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ
تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا   کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا   کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا مَیں تیرے فضلوں کا منادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ
میں کیونکر گِن سکوں تیری عنایات   ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے دن رات
مری خاطر دکھائیں تو نے آیات   ترحّم سے مری سُن لی ہر اِک بات
کرم سے تیرے دشمن ہوگئے مات   عطا کیں تو نے سب میری مُرادات
پڑا پیچھے مرے جو غولِ بدذات   پڑی آخر خود اُس موذی پہ آفات
ہوا انجام سب کا نا مرادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ
بنائی تو نے پیارے میری ہر بات   دکھائے تو نے احساں اپنے دن رات
ہر ایک میداں میں دیں تو نے فتوحات   بد اندیشوں کو تو نے کر دیا مات
ہر اِک بگڑی ہوئی تو نے بنادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ

تری نُصرت سے اب دُشمن[1] تبہ ہے
ہر اک جا میں ہماری تو پنہ ہے

ہر اک بدخواہ اب کیوں روسیہ ہے
کہ وہ مثلِ خسوفِ مہرومہ ہے

سیاہی چاند کی مُنہ نے دکھا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

ترے فضلوں سے جاں بُستاں سرا ہے
ترے نوروں سے دل شمس الضحٰی ہے

اگر اندھوں کو انکارو ابٰی ہے
وہ کیا جانیں کہ اس سینہ میں کیا ہے

کہیں جو کچھ کہیں سر پر خدا ہے
پھر آخر ایک دن روزِ جزا ہے

بدی کا پھل بدی اور نامرادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا
تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا

ہر اک عاشق نے ہے اک بُت بنایا
ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا

وہی آرامِ جاں اور دل کو بھایا
وہی جس کو کہیں ربّ البرایا

ہوا ظاہر وہ مجھ پر بِالْاَیَادِیْ
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

مجھے اُس یار سے پیوند جاں ہے
وہی جنّت۔ وہی دارالاماں ہے

بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے
محبّت کا تو اِک دریا رواں ہے

یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

تری نعمت کی کچھ قِلّت نہیں ہے
تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے

شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے
مجھے اب شُکر کی طاقت نہیں ہے

یہ کیا احساں ترے ہیں میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

ترے کوچہ میں۔ کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں

---

[1] دُشمن کے لفظ سے اس جگہ وہ حاسد مُراد ہیں جو ہر ایک طور سے مجھے تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں لوگوں کو میری نسبت بدظن کرتے ہیں

محبّت ہے، کہ جس سے کھینچا جاؤں ۔ خُدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
محبّت چیز کیا، کس کو بتاؤں ۔ وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں ۔ یہی بہتر کہ خاک اپنی اُڑاؤں
کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی ۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ
کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے ۔ کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے
جو مرتا ہے وہی زندوں میں جاوے ۔ جو جلتا ہے وہی مُردے جِلاوے
ثمر ہے دُور کا کب غیر کھاوے ۔ چلو اوپر کو وہ نیچے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کون لاوے ۔ غریقِ عشق وہ موتی اُٹھاوے
وہ دیکھے نیستی رحمت دکھاوے ۔ خودی اور خود روی کب اس کو بھاوے
مجھے تونے یہ دولت اے خدا دی ۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ
کہاں تک حرصِ شوقِ مالِ فانی! ۔ اُٹھو۔ ڈھونڈو۔ متاعِ آسمانی
کہاں تک جوشِ آمال و امانی! ۔ یہ سَو سَو چھید ہیں تم میں نہانی
تو پھر کیونکر ملے وہ یارِ جانی! ۔ کہاں غربال میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فِکرِ ملکِ جاودانی ۔ یہ مُلک و مال جھوٹی ہے کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی ۔ مگر دل میں یہی تم نے ہے ٹھانی
خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی ۔ ذرا سوچو یہی ہے زندگانی؟
خدا نے اپنی رہ مجھ کو دکھا دی ۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ
کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت ۔ دکھاؤ جلد تر صِدق و اِنابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت ۔ کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت

مجھے یہ بات مولیٰ نے بتادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا!   کہ جب تعلیمِ قرآں کو بُھلایا

رسولِ حق کو مٹّی میں سُلایا   مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا

یہ توہیں کر کے پھل ویسا ہی پایا   اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا

خدا نے پھر تمہیں اب ہے بُلایا   کہ سوچو عزّتِ خیر البرایا

ہمیں یہ رہ خدا نے خود دکھا دی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

کوئی مُردوں سے کیونکر راہ پاوے   مَرے تب بے گماں مُردوں میں جاوے

خدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں سے لاوے   وہ خود کیوں مُہرِ ختمیّت مٹاوے

کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے   کوئی اِک نام ہی ہم کو بتاوے

تمہیں کس نے یہ تعلیمِ خطا دی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

وہ آیا - منتظر جس کے تھے دن رات   معمّہ کُھل گیا۔ روشن ہوئی بات

دکھائیں آسماں نے ساری آیات   زمیں نے وقت کی دیدیں شہادات

پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات   خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات

خدا نے اِک جہاں کو یہ سنادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا   خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا

مبارک وہ جو اب ایمان لایا   صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مَے ان کو ساقی نے پلادی   فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

خُدا کا ہم پہ بس لُطف و کرم ہے   وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے

زمینِ قادیاں اب محترم ہے   ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

ظہورِ عون و نصرت دمبدم ہے | حسد سے دشمنوں کی پُشت خم ہے
سُنو اَب وقتِ توحیدِ اتم ہے | ستم اب مائلِ ملکِ عدم ہے

خدا نے روک ظلمت کی اُٹھا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَ عَادِیْ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شانِ احمد عربی ﷺ

(منقول از دافع البلاء صفحہ ۲۰ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے | کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا | سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا | میرا بُستاں کلامِ احمدؐ ہے
ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو | اُس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اشاعتِ دین بزورِ شمشیر حرام ہے

(منقول از ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ صفحہ ۴۱ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الْحَرْب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سیّدِ کونین مصطفٰے
عیسٰی مسیح جنگوں کا کردے گا التوا

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

اِک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کردے گا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمّت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفّت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد وہ گداز وہ رقّت نہیں رہی
خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی

حُمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
کسل آگیا ہے دل میں جَلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دنیاوؔ دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ اُنس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حدّو نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ، سچ کی تو عادت نہیں رہی
نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سَو سَو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے ایک قِشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اِک بَلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اِک پھوٹ پڑ رہی ہے مودّت نہیں رہی

تم مَر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اَب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اسمیں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دُعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں
شیطاں کے ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفّاک ہو گئے

اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے
اُس یار سے بشامتِ عصیاں جُدا ہوئے

اَب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محلِّ سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نورِ مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے
آیت عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اب سال سترہ بھی صدی سے گذر گئے
تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے

تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں
کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں

پر تم نے اُن سے کچھ بھی اُٹھایا نہ فائدہ
مُنہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ

بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں

آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں
اُس وقت اس کو مُنہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں

تم میں سے جسکو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اسکا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار

لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

تعلق باللہ

(منقول از ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵ صفحہ اوّل مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُسکے مقرّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اُسکی عالی بارگاہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جوشِ صداقت

(منقول از اعجاز احمدی صفحہ ۳۸ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دل میں آتا ہے مرے سَو سَو اُبال
آنکھ تر ہے دل میں میرے دَرد ہے
کیوں دلوں پر اس قدر یہ گرد ہے
دل ہوا جاتا ہے ہر دم بے قرار
کس بیاباں میں نکالوں یہ بخار
ہو گئے ہم درد سے زیر و زبر
مر گئے ہم پر نہیں تمکو خبر
آسماں پر غافلو اِک جوش ہے
کچھ تو دیکھو گر تمہیں کچھ ہوش ہے
ہو گیا دیں کفر کے حملوں سے چور
چُپ رہے کب تک خداوندِ غیوّر
اِس صدی کا بیسواں اب سال ہے
شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے
بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے
افترا کی کب تلک بنیاد ہے
وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اِک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس
لعنتی ہوتا ہے مردِ مفتری
لعنتی کو کب ملے یہ سروری

نسیمِ دعوت

(منقول از نسیمِ دعوت ٹائیٹل پیج مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

نام اِس کا نسیمِ دعوت ہے آریوں کیلئے یہ رحمت ہے
دلِ بیمار کا یہ درماں ہے طالبوں کا یہ یارِ خلوت ہے
کفر کے زہر کو یہ ہے تریاق ہر ورق اِس کا جامِ صحت ہے
غور کر کے اِسے پڑھو پیارو یہ خدا کیلئے نصیحت ہے
خاکساری سے ہم نے لکھا ہے نہ تو سختی نہ کوئی شدّت ہے
قوم سے مت ڈرو خدا سے ڈرو آخر اس کی طرف ہی رحلت ہے
سخت دل کیسے ہوگئے ہیں لوگ سر پہ طاعون ہے پھر بھی غفلت ہے
ایک دنیا ہے مَر چکی اَب تک
پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیشگوئی زلزلۂ عظیمہ

(منقول از اشتہار النّداء من وحی السّماء مطبوعہ اخبار بدر ۴؍ مئی ۱۹۰۵ء)

سونے والو! جلد جاگو یہ نہ وقتِ خواب ہے ۔ جو خبر دی وحیِ حق نے اُس سے دل بیتاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں مَیں زمیں۔ زیر و زبر ۔ وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم ۔ نیک کو کچھ غم نہیں ہے۔ گو بڑا گرداب ہے

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اِس سَیل سے
حیلے سب جاتے رہے اِک حضرتِ توّاب ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الہامی مصرع

(منقول از اخبار بدر ۲۰؍ اپریل ۱۹۰۵ء)

''ہے سرِ راہ پر تمہارے وہ جو ہے مولیٰ کریم''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الہامی مصرع

(منقول از اخبار بدر ۱۱؍ مئی ۱۹۰۵ء)

''پھر بہار آئی۔ خُدا کی بات پھر پوری ہوئی''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انذار

(منقول از چشمہ مسیحی ٹائٹل پیج صہ ۲ مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

دوستو! جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے
پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے

وہ جو ماہِ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ
تم یقیں سمجھو کہ وہ اِک زجر سمجھانے کو ہے

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اسکا علاج
آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی رہ گم ہو گئی
اِک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانے کو ہے

کس نے مانا مجھکو ڈر کر کسنے چھوڑا بغض و کیں
زندگی اپنی تو اُن سے گالیاں کھانے کو ہے

کافر و دجّال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں
کون ایماں صدق سے اور اخلاص سے لانے کو ہے

جسکو دیکھو بدگمانی میں ہے حد سے بڑھ گیا
گر کوئی پوچھے تو سَو سَو عیب بتلانے کو ہے

چھوڑتے ہیں دیں کو اور دنیا سے کرتے ہیں پیار
سَو کریں وعظ و نصیحت کون پچھتانے کو ہے

ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی مصیبت دیکھ کر
پر خدا کا ہاتھ اب اس دل کے ٹھہرانے کو ہے

اسلئے اب غیرت اسکی کچھ تمہیں دکھلائے گی
ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانے کو ہے

موت کی رہ سے ملیگی اب تو دیں کو کچھ مدد
ورنہ دیں اے دوستو اِک روز مر جانے کو ہے

یا تو اِک عالم تھا قرباں اُس پہ یا آئے یہ دن
ایک عبد العبد بھی اس دیں کو جھٹلانے کو ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الہامی مصرع

(منقول از اخبار بدر ۷ ار مئی ۱۹۰۶ء)

"کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شانِ اسلام

(منقول از "قادیان کے آریہ اور ہم" ص۳۳ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

اسلام سے نہ بھاگو۔ راہِ ہُدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو! شمس الضحیٰ یہی ہے

مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

وہ دلستاں نہاں ہے کس راہ سے اُسکو دیکھیں
اِن مشکلوں کا یارو مشکل کشا یہی ہے

باطن سِیہ ہیں جن کے اس دیں سے ہیں وہ منکر
پَر اے اندھیرے والو دل کا دیا یہی ہے

دُنیا کی سب دکانیں ہیں ہم نے دیکھیں بھالیں
آخر ہوا یہ ثابت دارالشفا یہی ہے

سب خشک ہو گئے ہیں جتنے تھے باغ پہلے
ہر طرف مَیں نے دیکھا بُستاں ہرا یہی ہے

دنیا میں اسکا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
پی لو تم اسکو یارو آبِ بقا یہی ہے

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج
پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے

جو ہو مفید لینا جو بد ہو اس سے بچنا
عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے

ملتی ہے بادشاہی اِس دیں سے آسمانی
اے طالبانِ دولت ظلِّ ہُما یہی ہے

سب دیں ہیں اِک فسانہ شرکوں کا آشیانہ
اُسکا جو ہے یگانہ چہرہ نما یہی ہے

سَو سَو نشاں دکھا کر لاتا ہے وہ بلا کر
مجھ کو جو اُس نے بھیجا بس مدّعا یہی ہے

کرتا ہے معجزوں سے وہ یار دیں کو تازہ
اِسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے

یہ سب نشاں ہیں جن سے دیں اب تلک ہے تازہ
اے گرنے والو دوڑو! دیں کا عصا یہی ہے

کس کام کا وہ دیں ہے جسمیں نشاں نہیں ہے
دیں کی میرے پیارو زرّیں قبا یہی ہے

دنیا میں گرچہ ہوگی سو قسم کی برائی
پاکوں کی ہتک کرنا سب سے بُرا یہی ہے

غفلت پہ غافلوں کی روتے رہے ہیں مُرسَل
پر اِس زماں میں لوگو نوحہ نیا یہی ہے

ہم بد نہیں ہیں کہتے ان کے مقدسوں کو
تعلیم میں ہماری حکمِ خدا یہی ہے

ہم کو نہیں سکھاتا وہ پاک بد زبانی
تقویٰ کی جڑھ یہی ہے صدق و صفا یہی ہے

بس اے مِرے پیارو عقبےٰ کو مت بسارو
اِس دیں کو پاؤ یارو بدرالدّجیٰ یہی ہے

میں دل کی کیا سناؤں کس کو یہ غم بتاؤں
دکھ درد کے ہیں جھگڑے مجھ پر بلا یہی ہے

دیں کے غموں نے مارا اب دل ہے پارہ پارہ
دلبر کا ہے سہارا ورنہ فنا یہی ہے

ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے
اُس یار کی نظر میں شرطِ وفا یہی ہے

برباد جائیں گے ہم گروہ نہ پائیں گے ہم
رونے سے لائینگے ہم دل میں رجا یہی ہے

وہ دن گئے کہ راتیں کٹتی تھیں کر کے باتیں
اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کتھا یہی ہے

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربتِ تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

شکرِ خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے

کیا وصف اُسکے کہنا ہر حرف اُسکا گہنا
دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں
خالی ہیں ان کی قابیں خوانِ ہدیٰ یہی ہے

اُس نے خدا ملایا وہ یار اُس سے پایا
راتیں تھیں جتنی گذریں اب دن چڑھا یہی ہے

اُس نے نشاں دکھائے طالب سبھی بلائے
سوتے ہوئے جگائے بس حق نما یہی ہے

پہلے صحیفے سارے لوگوں نے جب بگاڑے
دنیا سے وہ سدھارے نوشہ نیا یہی ہے

کہتے ہیں حسنِ یوسف دلکش بہت تھا لیکن
خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے

یوسف تو سُن چکے ہو اِک چاہ میں گرا تھا
یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے

اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں میں
سب خشک باغ دیکھے پھولا پھلا یہی ہے

ہر جا زمیں کے کیڑے دیں کے ہوئے ہیں دشمن
اسلام پر خدا سے آج ابتلا یہی ہے

تھم جاتے ہیں کچھ آنسو یہ دیکھ کر کہ ہر سو   اِس غم سے صادقوں کا آہ و بکا یہی ہے

سب مشرکوں کے سر پر یہ دیں ہے ایک خنجر   یہ شرک سے چھڑاوے ان کو اذیٰ یہی ہے

کیوں ہو گئے ہیں اسکے دشمن یہ سارے گمراہ   وہ رہنما ہے رازِ چون و چرا یہی ہے

دیں غار میں چُھپا ہے اِک شور کفر کا ہے   اب تم دُعائیں کرلو غارِ حرا یہی ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا   نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر   لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے   اس پہ ہر اِک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اُسنے ہیں اُتارے   میں جاؤں اِس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے   دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی، وہ دلبر نہانی   دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے   وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے   جو راز تھے بتائے نِعم العطا یہی ہے

آنکھ اُسکی دُور بیں ہے، دل یار سے قریں ہے   ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اُسنے بتائے سارے   دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اُس نور پر فِدا ہوں اُسکا ہی مَیں ہوا ہوں   وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ   باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا   وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سَو سَو دلوں پہ پھندے   پھر کھولے جس نے جِندے[1] وہ مجتبیٰ یہی ہے

---

[1] جندے سے مراد اس جگہ قفل ہے۔ چونکہ اس جگہ کوئی شاعری دکھلانا منظور نہیں اور نہ میں یہ نام اپنے لئے پسند کرتا ہوں اسلئے بعض جگہ مَیں نے پنجابی الفاظ استعمال کئے ہیں اور ہمیں صرف اُردو سے کچھ غرض نہیں اصل مطلب امر حق کو دلوں میں ڈالنا ہے شاعری سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ منہ

اے میرے ربِّ رحماں تیرے ہی ہیں یہ احساں
مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے

اے میرے یار جانی خود کر تو مہربانی
ورنہ بلائے دنیا اک اژدہا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے
منہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے

کہتے ہیں جوشِ اُلفت یکساں نہیں ہے رہتا
دل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے

ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دلبر
جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے

دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے

مُشتِ غبار اپنا تیرے لئے اڑایا
جب سے سُنا کہ شرطِ مہرو وفا یہی ہے

دلبر کا درد آیا حرفِ خودی مٹایا
جب مَیں مَرا جِلایا جامِ بقا یہی ہے

اِس عشق میں مصائب سَو سَو ہیں ہر قدم میں
پَر کیا کروں کہ اُس نے مجھکو دیا یہی ہے

حرفِ وفا نہ چھوڑوں اِس عہد کو نہ توڑوں!
اُس دلبرِ ازل نے مجھ سے کہا یہی ہے

جب سے ملا وہ دلبر دشمن ہیں میرے گھر گھر
دل ہو گئے ہیں پتھر قدرو قضا یہی ہے

مجھ کو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے
تیغ و تبر دکھاتے ہر سُو ہوا یہی ہے

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہشیار ساری دنیا اِک باؤلا یہی ہے

اِس رہ میں اپنے قصےؔ تمکو میں کیا سناؤں
دُکھ درد کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے

دل کر کے پارہ پارہ چاہوں میں اِک نظارہ
دیوانہ مت کہو تم عقلِ رسا یہی ہے

اے میرے یارجانی کر خود ہی مہربانی
مت کہہ کہ لَنْ تَرانِیْ تجھ سے رجا یہی ہے

فرقت بھی کیا بنی ہے ہردم میں جانکنی ہے
عاشق جہاں پہ مرتے وہ کربلا یہی ہے

تیری وفا ہے پوری ہم میں ہے عیبِ دوری
طاعت بھی ہے اَدھوری ہم پر بَلا یہی ہے

تجھ میں وفا ہے پیارے سچّے ہیں عہد سارے
ہم جا پڑے کنارے جائے بُکا یہی ہے

ہم نے نہ عہد پالا یاری میں رخنہ ڈالا
پر تُو ہے فضل والا ہم پر کُھلا یہی ہے

اے میرے دل کے درماں ہجراں ہے تیرا سوزاں
کہتے ہیں جسکو دوزخ وہ جانگزا یہی ہے

اِک دیں کی آفتوں کا غم کھا گیا ہے مجھکو
سینہ پہ دشمنوں کے پتّھر پڑا یہی ہے

کیونکر تبہ وہ ہووے کیونکر فنا وہ ہووے
ظالم جو حق کا دشمن وہ سوچتا یہی ہے

ایسا زمانہ آیا جس نے غضب ہے ڈھایا
جو پیستی ہے دیں کو وہ آسیا یہی ہے

شادابی و لطافت اِس دیں کی کیا کہوں میں
سب خشک ہوگئے ہیں پھولا پھلا یہی ہے

آنکھیں ہر ایک دیں کی بے نُور ہم نے پائیں
سُرمہ سے معرفت کے اِک سرمہ سا یہی ہے

لعلِ یمن بھی دیکھے دُرِّ عدن بھی دیکھے
سب جوہروں کو دیکھا دل میں جچا یہی ہے

انکار کر کے اس سے پچھتاؤ گے بہت تم
بنتا ہے جس سے سونا وہ کیمیا یہی ہے

مجھکو ہو کیوں ستاتے سو افترا بناتے
بہتر تھا باز آتے دور از بَلا یہی ہے

اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دُکھانا
گستاخ ہوتے جانا اس کی جزا یہی ہے

اس دیں کی شان و شوکت یارب مجھے دکھادے
سب جھوٹے دیں مٹادے میری دُعا یہی ہے

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الہامی شعر

(منقول از حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۶ کا حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غیرتِ اسلامی کو اپیل

(منقول از حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال — دل میں اُٹھتا ہے مِرے سَو سَو اُبال
اِس قدر کین و تعصّب بڑھ گیا — جس سے کچھ ایماں جو تھا وہ سڑ گیا
کیا یہی تقویٰ یہی اسلام تھا — جس کے باعث سے تمہارا نام تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ کو خاکساری پسند ہے

(منقول از تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

الٰہی بخش[1] کے کیسے تھے یہ تیر کہ آخر ہوگیا اُن کا وہ نخچیر
اُسی پر اس کی لعنت کی پڑی مار کوئی ہم کو تو سمجھاوے یہ اسرار
تکبّر سے نہیں ملتا وہ دلدار ملے جو خاک سے اُسکو ملے یار
کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے
پسند آتی ہے اُس کو خاکساری تذلّل ہی رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(منقول از تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۱۱۹ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

کیا تضرّع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب
کس کی یہ تعلیم ہے دکھلاؤ تم مجھکو شتاب
اے عزیزو ! اس قدر کیوں ہوگئے تم بے حیا
کلمہ گو ہو کچھ تو لازم ہے تمہیں خوفِ خُدا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

---

[1] ایک مخالف کا نام ہے۔

اتمامِ حجّت

(منقول از تتمہ حقیقۃ الوحی صـــ ۱۵۷ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

نشاں کو دیکھ کر اِنکار کب تک پیش جائے گا
ارے اِک اور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے
یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اِک روز اے گستاخ شامت آنے والی ہے
ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے
اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزّت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنے والی ہے
بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اِک دن ندامت آنے والی ہے
خدا رُسوا کرے گا تم کو مَیں اعزاز پاؤں گا
سُنو اے منکرو اب یہ کرامت آنے والی ہے
خدا ظاہر کرے گا اِک نشاں پُر رعب و پُرہیبت
دلوں میں اس نشاں سے استقامت آنے والی ہے
خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے

انذار و تبشیر

(منقول از خاتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ آخر مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا اِس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن

تم تو ہو آرام میں۔ پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو؟
ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

غیر کیا جانے کہ غیرت اس کی کیا دکھلائے گی
خود بتائے گا انہیں وہ یار بتلانے کے دن

وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشاں کی پنج بار
یہ خدا کا قول ہے سمجھوگے سمجھانے کے دن

طالبو! تم کو مبارک ہو کہ اَب نزدیک ہیں
اُس مرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانے کے دن

اے مرے پیارے! یہی میری دُعا ہے روز و شب
گود میں تیری ہوں ہم اُس خونِ دل کھانے کے دن

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
فضل کا پانی پلا اُس آگ برسانے کے دن

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ
کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن
پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے مرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن
دِن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دکھا اِس دیں کے چمکانے کے دن
دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیرو زبر
اِک نظر فرما کہ جلد آئیں ترے آنے کے دن
چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے غم سے رہا
کب تلک لمبے چلے جائیں گے ترسانے کے دن
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
کیا مرے دلدار تو آئے گا مرجانے کے دن
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی۔ آمرے اے ناخدا
آگئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن
تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دیں میّت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن
اِک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہوگیا ہے بے نشاں
دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانے کے دن
میرے دل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر
آگئے ہیں اب زمیں پر آگ بھڑکانے کے دن
جب سے میرے ہوش غم سے دیں کے ہیں جاتے رہے
طور دنیا کے بھی بدلے ایسے دیوانے کے دن

چاند اور سورج نے دکھلائے ہیں دو داغِ کسوف
پھر زمیں بھی ہوگئی بے تاب تھرّانے کے دن

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
لرزہ آیا اس زمیں پر اُس کے چِلّانے کے دن

صبر کی طاقت جو تھی مجھ میں وہ پیارے اب نہیں
میرے دلبر اب دکھا اس دل کے بہلانے کے دن

دوستو اُس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اَب جلد لہرانے کے دن

اِک بڑی مدّت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اُس یار کے پانے کے دن

دیں کی نُصرت کیلئے اِک آسماں پر شور ہے
اَب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دِل کے اندھو! دیں کے گُن گانے کے دن

خدمتِ دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کیں سے وقت
اَب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو! یہ پچھتانے کے دن

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لوحِ مزار میرزا مبارک احمد

(نوشتہ ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء)

جگر کا ٹکڑا مبارک احمدؑ[1] جو پاک شکل اور پاک خُو تھا
وہ آج ہم سے جُدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

کہا کہ "آئی ہے نیند مجھ کو" یہی تھا آخر کا قول لیکن
کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم جگا جگا کر

برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اُسے بلایا
بُلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

[1] "میں جو غلام احمد نام خدا کا مسیح ہوں مبارک احمد جس کا اوپر ذکر ہے میرا لڑکا تھا۔ وہ بتاریخ ۷ر شعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۶ر ستمبر ۱۹۰۷ء بروز دوشنبہ بوقت نماز صبح وفات پا کر الہامی پیشگوئی کے موافق اپنے خدا کو جا ملا۔ کیونکہ خدا نے میری زبان پر اس کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ سے دنیا میں آیا اور چھوٹی عمر میں ہی خدا کی طرف واپس جائے گا۔ منہ"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محاسنِ قرآن کریم

(منقول از براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ اوّل نصرۃ الحق مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

ہے شُکر ربّ عزّوجلّ خارج از بیاں
جس کی کلام سے ہمیں اُسکا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اُس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا
وہ اپنے مُنہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا

اُس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا
شیطاں کا مکرو وسوسہ بے کار ہو گیا

وہ رَہ جو ذاتِ عزّوجلّ کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہّر بناتی ہے

وہ رَہ جو یارِ گمشدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رَہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ رہ جو اُسکے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اس کے پانے کی کامل سبیل ہے

اُس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سبکو مٹا دیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دُور ہوگئی!
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہوگئی

جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اسکے پلٹ گئی
عشقِ خدا کی آگ ہر اِک دل میں اَٹ گئی

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اِسقدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

مَوجوں سے اُسکی پردے وساوس کے پھٹ گئے
جو کُفر اور فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے!
بے اُس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے

جولوگ شک کی سردیوں سے تھر تھراتے ہیں
اس آفتاب سے وہ عجب دھوپ پاتے ہیں

دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرّہ بھر

پر یہ کلام نورِ خدا کو دکھاتا ہے ‌ ‌ اُسکی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے
جس دیں کا صرف قصوں پہ سارا مدار ہے ‌ ‌ وہ دیں نہیں ہے ایک فسانہ گزار ہے
سچ پوچھیئے تو قصوں کا کیا اعتبار ہے ‌ ‌ قصّوں میں جھوٹ اور خطا بیشمار ہے
ہے دیں وہی کہ صرف وہ اِک قصہ گو نہیں ‌ ‌ زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہِ یقیں
ہے دیں وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں ‌ ‌ خود اپنی قدرتوں سے دکھاوے کہ ہے کہاں
جو معجزات سنتے ہو قصوں کے رنگ میں ‌ ‌ اُن کو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں
جتنے ہیں فرقے سب کا یہی کاروبار ہے ‌ ‌ قصّوں میں معجزوں کا بیاں بار بار ہے
پر اپنے دیں کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشاں ‌ ‌ گویا وہ ربِّ ارض و سما اب ہے ناتواں
گویا اب اسمیں طاقت و قدرت نہیں رہی ‌ ‌ وہ سلطنت وہ زور وہ شوکت نہیں رہی
یا یہ کہ اب خدا میں وہ رحمت نہیں رہی ‌ ‌ نیّت بدل گئی ہے وہ شفقت نہیں رہی
ایسا گماں خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے ‌ ‌ ایسے گماں کی نوبتِ آخر ہلاک ہے
سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے ‌ ‌ اب اُن میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سے گذر گئے
پابند ایسے دینوں کے دنیا پرست ہیں ‌ ‌ غافل ہیں ذوقِ یار سے دنیا میں مست ہیں
مقصود ان کا جینے سے دنیا کمانا ہے ‌ ‌ مومن نہیں ہیں وہ کہ قدم فاسقانہ ہے
تم دیکھتے ہو کیسے دلوں پر ہیں اُنکے زنگ ‌ ‌ دنیا ہی ہو گئی ہے غرض دیں سے آئے تنگ
وہ دیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہنما نہیں ‌ ‌ ایسا خدا ہے اُس کا کہ گویا خدا نہیں
پھر اُس سے سچی راہ کی عظمت ہی کیا رہی ‌ ‌ اور خاص وجہ صفوتِ ملّت ہی کیا رہی
نورِ خدا کی اس میں علامت ہی کیا رہی ‌ ‌ توحید خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی
لوگو سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں ‌ ‌ جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں
مُردہ پرست ہیں وہ جو قصّہ پرست ہیں ‌ ‌ پس اس لئے وہ موردِ ذلّ و شکست ہیں

بِن دیکھے دل کو دوستو پڑتی نہیں ہے کل
قصّوں سے کیسے پاک ہو یہ نفسِ پُر خلل

کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہ کہانیاں
پر دیکھو کیسے ہوگئے شیطاں سے ہم عناں

ہر دم نشانِ تازہ کا محتاج ہے بشر
قصّوں کے معجزات کا ہوتا ہے کب اثر

کیونکر ملے فسانوں سے وہ دلبرِ ازل
گر اِک نشاں ہو ملتا ہے سب زندگی کا پھل

قصّوں کا یہ اثر ہے کہ دل پُر فساد ہے
ایماں زباں پہ۔ سینہ میں حق سے عناد ہے

دُنیا کی حرص و آز میں یہ دل ہیں مَر گئے
غفلت میں ساری عمر بسر اپنی کر گئے

اے سونے والو جاگو کہ وقتِ بہار ہے
اب دیکھو آکے در پہ ہمارے وہ یار ہے

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا!
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جدا!

اُس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدّعا
جنّت بھی ہے یہی کہ ملے یارِ آشنا

اے حُبِّ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
اِس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

دیکھو تو جاکے اُن کے مقابر کو اِک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر

اِک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اِک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے

اِک دن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائیں گے
پھر دفن کر کے گھر میں تاسّف سے آئینگے

اے لوگو! عیشِ دنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے
کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے

وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے
خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دُنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

ملتی نہیں عزیزو فقط قصّوں سے یہ راہ
وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ

وہ لغو دیں ہے جس میں فقط قصہ جات ہیں
اُن سے رہیں الگ جو سعید الصفات ہیں

صد حیف اِس زمانہ میں قصّوں پہ ہے مدار
قصّوں پہ سارا دیں کی سچائی کا انحصار

پر نقدِ معجزات کا کچھ بھی نشاں نہیں
پس یہ خدائے قصّہ خدائے جہاں نہیں

دنیا کو ایسے قصّوں نے یکسر تبہ کیا !
مُشرک بنا کے کُفر دیا روسیہ کیا

جس کو تلاش ہے کہ ملے اُس کو کردگار
اُس کیلئے حرام جو قصّوں پہ ہو نثار

اُسکا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے خدا کا نور
تا ہووے شک وشبہ سبھی اُس کے دل سے دُور

تا اُس کے دل پہ نورِ یقیں کا نزول ہو
تا وہ جنابِ عزّوجل میں قبول ہو

قصّوں سے پاک ہو نا کبھی کیا مجال ہے
سچ جانو یہ طریق سراسر محال ہے

قصّوں سے کب نجات ملے ہے گناہ سے
ممکن نہیں وصالِ خدا ایسی راہ سے

مُردہ سے کب اُمید کہ وہ زندہ کر سکے
اُس سے تو خود محال کہ رہ بھی گذر سکے

وہ رہ جو ذاتِ عزّوجل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہّر بناتی ہے

وہ رہ جو یار گم شدہ کو ڈھونڈ لاتی ہے
وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ تازہ قدرتیں جو خدا پر دلیل ہیں
وہ زندہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں

ظاہر ہے یہ کہ قصّوں میں اُن کا اثر نہیں
افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں

اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی نشاں سے ہے
سچ ہے کہ سب ثبوتِ خُدائی نشاں سے ہے

کوئی بتائے ہم کو کہ غیروں میں یہ کہاں
قصّوں کی چاشنی میں حلاوت کا کیا نشاں

یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھایئے
ورنہ گزاف قصّوں پہ ہرگز نہ جایئے

جب سے کہ قصّے ہوگئے مقصود راہ میں
آگے قدم ہے قوم کا ہردم گناہ میں

تم دیکھتے ہو قوم میں عفّت نہیں رہی
وہ صدق وہ صفا وہ طہارت نہیں رہی

مومن کے جو نشاں ہیں وہ حالت نہیں رہی
اُس یارِ بے نشاں کی محبّت نہیں رہی

اِک سَیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے
سُنتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے

کیوں بڑھ گئے زمیں پہ بُرے کام اس قدر
کیوں ہوگئے عزیزو! یہ سب لوگ کورو کر

کیوں اب تمہارے دل میں وہ صدق و صفا نہیں
کیوں اس قدر ہے فسق کہ خوف و حیا نہیں

کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
کچھ اِک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے

اِس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی
دُنیائے دوں کی دل میں محبّت سما گئی

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

ہر دم کے خُبث و فسق سے دل پر پڑے حجاب
آنکھوں سے اُنکی چھپ گیا ایماں کا آفتاب

جس کو خدائے عزّوجل پر یقیں نہیں
اُس بدنصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں

پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں!
وہ اُس سے مِل کے دل کو اُسی سے ملاتے ہیں

وہ اُسکے ہو گئے ہیں اُسی سے وہ جیتے ہیں
ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اِک جام پیتے ہیں

جس مے کو پی لیا ہے وہ اُس مے سے مست ہیں
سب دشمن اُنکے، اُنکے مقابل میں پست ہیں

کچھ ایسے مست ہیں وہ رُخِ خوبِ یار سے
ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے

اُن سے خُدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
یہ اِسلئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں

اُن کو خدا نے غیروں سے بخشی ہے امتیاز
اُن کیلئے نشاں کو دکھاتا ہے کارساز

جب دشمنوں کے ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں
جب بدشعار لوگ انہیں کچھ ستاتے ہیں

جب اُن کے مارنے کیلئے چال چلتے ہیں
جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں

تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے
غیروں پہ اپنا رُعب نشاں سے جماتا ہے

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

اُس ذاتِ پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے
آخر وہ اُسکے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے

جن کو نشانِ حضرتِ باری ہوا نصیب
وہ اُس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب

کھینچے گئے کچھ ایسے کہ دنیا سے سو گئے!
کچھ ایسا نور دیکھا کہ اس کے ہی ہو گئے

بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے
اِس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اُس کی چاہ سے

تصویرِ شیر سے نہ ڈرے کوئی گو سپند
نے مارِ مُردہ سے ہے کچھ اندیشۂ گزند
پھر وہ خدا جو مُردہ کی مانند ہے پڑا
پس کیا امید ایسے سے اور خوف اُس سے کیا
ایسے خدا کے خوف سے دل کیسے پاک ہو
سینہ میں اُسکے عشق سے کیونکر تپاک ہو
بِن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی
جب تک خُدائے زندہ کی تم کو خبر نہیں
بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں
سَو روگ کی دوا یہی وصلِ الٰہی ہے
اِس قید میں ہر ایک گنہ سے رہائی ہے
پر جس خدا کے ہونے کا کچھ بھی نہیں نشاں
کیونکر نثار ایسے پہ ہو جائے کوئی جاں
ہر چیز میں خدا کی ضیا کا ظہور ہے
پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دُور ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مَر مَر کے پاتے ہیں
جب مَر گئے تو اسکی طرف کھینچے جاتے ہیں
یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے
ناپاک زندگی ہے جو دُوری میں کٹ گئی
دیوارِ زُہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی
زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
مقبول بن کے اس کے عزیز و حبیب ہیں
وہ دُور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں
ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و غرور ہیں
تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو
اِس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کیلئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزّت کو چھوڑ دو
تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکۂ عرش کا نزول
اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

جو مَر گئے انہیں کے نصیبوں میں ہے حیات
اِس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

شوخی و کبر دیوِ لعیں کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے

اے کرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غیوّر کو

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اِسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

تقویٰ کی جڑھ خدا کیلئے خاکساری ہے
عفّت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دُور جاتے ہیں

بے احتیاط اُن کی زباں وار کرتی ہے
اِک دم میں اس علیم کو بیزار کرتی ہے

اِک بات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں
پھر شوخیوں کا بیج ہر اِک وقت بوتے ہیں

کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن
اُٹھتے نہیں ہیں ہم نے تو سَو سَو کیے جتن

سب عضو سُست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی
قوت تمام نوکِ زباں میں ہی آ گئی!

یا بدزباں دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بدگماں
باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں

تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگمان سے
ڈرتے رہو عقابِ خدائے جہان سے

شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما

شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو!
شاید وہ آزمائش ربِّ غفور ہو

پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
خود سر پہ اپنے لے لیا خشمِ خدائے پاک

گر ایسے تم دلیریوں میں بے حیا ہوئے
پھر اتّقا کے سوچو کہ معنے ہی کیا ہوئے

موسیٰ بھی بدگمانی سے شرمندہ ہو گیا
قرآں میں خضر نے جو کیا تھا پڑھو ذرا

بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار
تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے
یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطر گئے

بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا ۔ جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جاگرا
پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے ۔ ڈرتے رہو عقوبتِ ربّ العباد سے
دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا ۔ سیدھا خدا کے فضل سے جنّت میں جائے گا
وہ اک زباں ہے عضو نہانی ہے دوسرا ۔ یہ ہے حدیث سیدنا سیّدالوریٰ
پر وہ جو مجھ کو کاذب و مکّار کہتے ہیں ۔ اور مفتری و کافر و بدکار کہتے ہیں!
اُن کیلئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں ۔ یعنی وہ فضل اُسکے جو مجھ پر ہیں ہر زماں
دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا! ۔ گمنام پاکے شہرۂ عالم بنا دیا !
جو کچھ مری مُراد تھی سب کچھ دکھا دیا! ۔ میں اِک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
دُنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی ۔ جو اُس نے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی
ایسے بدوں سے اُسکے ہوں ایسے معاملات ۔ کیا یہ نہیں کرامت وعادت سے بڑھ کے بات
جو مفتری ہے اُس سے یہ کیوں اتحاد ہے ۔ کس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے
مجھ پر ہر اِک نے وار کیا اپنے رنگ میں ۔ آخر ذلیل ہوگئے انجامِ جنگ میں
اِن کینوں میں کسی کو بھی ارماں نہیں رہا ۔ سب کی مُراد تھی کہ مَیں دیکھوں رہِ فنا
تھے چاہتے کہ مجھکو دکھائیں عدم کی راہ ۔ یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ
یا کم سے کم یہ ہو کہ میں زنداں میں جاپڑوں ۔ یا یہ کہ ذلّتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں
یا مخبری سے ان کی کوئی اور ہی بلا ۔ آجائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دُعا
پس ایسے ہی ارادوں سے کر کے مقدمات ۔ چاہا گیا کہ دن مرا ہو جائے مجھ پہ رات
کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی ۔ پھر اتفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی
مجھکو ہلاک کرنے کو سب ایک ہوگئے ۔ سمجھا گیا مَیں بد، پہ وہ سب نیک ہوگئے
آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے ۔ جو عالم القلوب و علیم و خبیر ہے

اُترا مِری مدد کیلئے کر کے عہد یاد
پس رہ گئے وہ سارے سیہ رُو و نامُراد

کچھ ایسا فضل حضرتِ ربّ الوریٰ ہوا
سب دشمنوں کے دیکھ کے اوساں ہوئے خطا

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
مَیں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دیا

مَیں تھا غریب و بے کس و گمنام بے ہُنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کِسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

پر پھر بھی جن کی آنکھ تعصّب سے بند ہے
اُن کی نظر میں حال مِرا ناپسند ہے

مَیں مفتری ہوں اُن کی نگاہ و خیال میں
دنیا کی خیر ہے مِری موت و زوال میں

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں
عزّت نہیں ہے ذرّہ بھی اُسکی جناب میں

توریت میں بھی نیز کلامِ مجید میں
لکھا گیا ہے رنگِ وعیدِ شدید میں

کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
ہوگا وہ قتل ہے یہی اِس جرم کی سزا

پھر یہ عجیب غفلتِ ربّ قدیر ہے
دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شریر ہے

پچیس سال سے ہے وہ مشغولِ افترا
ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہے رہا

ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے ایک بات
کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات

پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا
گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا

پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیانِ دیں
ایسے کے قتل کرنے کو فاعل ہوں یامعیں

کرتا نہیں ہے ان کی مدد وقتِ انتظام
تامفتری کے قتل سے قصّہ ہی ہو تمام

اپنا تو اس کا وعدہ رہا سارا طاق پر
اوروں کی سعی وجہد پہ بھی کچھ نہیں نظر

کیا وہ خدا نہیں ہے جو فرقاں کا ہے خدا
پھر کیوں وہ مفتری سے کرے اس قدر وفا

آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مفتری
کرتا ہے ہر مقام میں اس کو خدا بَری

جب دشمن اسکو پیچ میں کوشش سے لاتے ہیں
کوشش بھی اسقدر کہ وہ بس مر ہی جاتے ہیں

اِک اتفاق کر کے وہ باتیں بناتے ہیں
سو جھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں

پھر بھی وہ نامُراد مقاصد میں رہتے ہیں
جاتا ہے بے اثر وہ جو سو بار کہتے ہیں

ذلّت ہیں چاہتے۔ یہاں اکرام ہوتا ہے
کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے

اے قوم کے سرآمدہ اے حامیانِ دیں
سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں

تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتقا
پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا

ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد
جب مجھ پہ کی تھی تہمتِ خوں ازرہِ فساد

جب آپ لوگ اُس سے ملے تھے بدیں خیال
تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال

پر وہ خدا جو عاجز و مسکیں کا ہے خدا
حاکم کے دل کو میری طرف اُس نے کر دیا

تم نے تو مجھکو قتل کرانے کی ٹھانی تھی
یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی

تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے
تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے

جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی یہ ملی سزا
آخر مری مدد کیلئے خود اُٹھا خدا

ڈگلس پہ سارا حال بریت کا کُھل گیا
عزّت کے ساتھ تب مَیں وہاں سے بَری ہوا

الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت تھا یہ کام
تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اتّہام

جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف
اِک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف

دیکھو یہ شخص اب تو سزا اپنی پائے گا
اَب بن سزائے سخت یہ بچکر نہ جائے گا

اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور
اَب قید یا صلیب ہے اِک بات ہے ضرور

بعضوں کو بددُعا میں بھی تھا ایک انہماک
اِتنی دُعا کہ گِھس گئی سجدے میں اُن کی ناک

القصہ جہد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا
اِک سُو تھا مکر ایک طرف سجدہ و دُعا

آخر خدا نے دی مجھے اِس آگ سے نجات
دشمن تھے جتنے ان کی طرف کی نہ التفات

کیسا یہ فضل اُس سے نمودار ہو گیا
اِک مفتری کا وہ بھی مددگار ہو گیا

اُس کا تو فرض تھا کہ وہ وعدہ کو کر کے یاد
خود مارتا وہ گردنِ کذّاب بد نہاد

گر اُس سے رہ گیا تھا کہ وہ خود دکھائے ہاتھ
اِتنا تو سہل تھا کہ تمہارا بٹائے ہاتھ

یہ بات کیا ہوئی کہ وہ تم سے الگ رہا
کچھ بھی مدد نہ کی نہ سُنی کوئی بھی دُعا

جو مفتری تھا اُس کو تو آزاد کر دیا
سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا

سب جدو جہد و سعی اکارت چلی گئی
کوشش تھی جس قدر وہ بغارت چلی گئی

کیا ”راستی کی فتح“ نہیں وعدۂ خدا
دیکھو تو کھول کر سخنِ پاک کبریا

پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت پلٹ گئی
یا خود تمہاری چادرِ تقویٰ ہی پھٹ گئی

کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تم ہی یار ہو
پھر میرے فائدہ کا ہی سب کاروبار ہو

پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
پاتا ہوں ہر قدم میں خدا کے تفضّلات

دیکھو وہ بھیں کا شخص کرم دیں ہے جسکا نام
لڑنے میں جسنے نیند بھی اپنے پہ کی حرام

جس کی مدد کے واسطے لوگوں میں جوش تھا
جس کا ہر ایک دشمنِ حق عیب پوش تھا

جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی!
جسکی مدد کے واسطے آئے تھے مولوی

اِنمیں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
اپنا بیاں لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے

ہشیاری مستغیث بھی اپنی دکھاتا تھا
سَو سَو خلافِ واقعہ باتیں بناتا تھا

پر اپنے بدعمل کی سزا کو وہ پا گیا
ساتھ اُسکے یہ کہ نام بھی کاذب رکھا گیا

کذّاب نام اس کا دفاتر میں رہ گیا
چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا بہہ گیا

اے ہوش و عقل والو یہ عبرت کا ہے مقام
چالاکیاں تو ہیچ ہیں تقویٰ سے ہوویں کام

جو متّقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذابِ سعیر ہے

جڑ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتّقا
جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اُسکا سب رہا

مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں ایسا ہی پاؤگے سخنِ کردگار میں
کوئی بھی مفتری ہمیں دنیا میں اب دکھا جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا
اِس بدعمل کی قتل سزا ہے نہ یہ کہ پیت پس کس طرح خدا کو پسند آگئی یہ ریت
کیا تھا یہی معاملہ پاداشِ افترا کیا مفتری کے بارے میں وعدہ یہی ہوا
کیوں ایک مفتری کا وہ ایسا ہے آشنا یا بے خبر ہے غیب سے دھوکے میں آگیا
آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار
تم بد بنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے یہ بھی تو ہیں نشاں جو نمودار ہو گئے
تاہم وہ دوسرے بھی نشاں ہیں ہمارے پاس لکھتے ہیں اب خدا کی عنایت سے بے ہراس
جس دل میں رَچ گیا ہے محبت سے اُسکا نام وہ خود نشاں ہے نیز نشاں سارے اِسکے کام
کیا کیا نہ ہم نے نام رکھائے زمانہ سے مُردوں سے نیز فرقۂ ناداں زنانہ سے
اُن کے گماں میں ہم بد و بدحال ہو گئے اُن کی نظر میں کافر و دجّال ہو گئے
ہم مفتری بھی بن گئے اُن کی نگاہ میں بے دیں ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں
پر ایسے کفر پر تو فدا ہے ہماری جاں جس سے ملے خدائے جہان و جہانیاں
لعنت ہے ایسے دیں پہ کہ اس کُفر سے ہے کم سو شکر ہے کہ ہو گئے غالب کے یار ہم
ہوتا ہے کردگار اِسی راہ سے دستگیر کیا جانے قدر اسکا جو قصوں میں ہے اسیر
وحیٔ خدا اِسی رہِ فرّخ سے پاتے ہیں دلبر کا بانکپن بھی اسی سے دکھاتے ہیں

اے مدّعی نہیں ہے ترے ساتھ کردگار
یہ کُفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار



متفرق مصرعہائے حضرت اقدسؑ

"پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار"

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"

"پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں"

"جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے"



مناجات اور تبلیغ حق

(منقول از براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اِک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

کِرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پنہ
بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار

مَیں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
مَیں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا مَیں مثلِ طفلِ شیر خوار

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
مَیں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

اِس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اِک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

ہوگئے بے کار سب حیلے جب آئی وہ بلا
ساری تدبیروں کا خاکہ اُڑ گیا مثلِ غبار

سر زمینِ ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی
جیسے ہووے برق کا اِک دم میں ہر جا انتشار

پھر دوبارہ ہے اُتارا تونے آدم کو یہاں
تا وہ نخلِ راستی اِس ملک میں لاوے ثمار

لوگ سَو بَک بَک کریں پر تیرے مقصد اور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خُسران و نفع وعُسر ویُسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو
جسکو چاہے تخت سے نیچے گرادے کرکے خوار

مَیں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اِک نشاں
جسکو تونے کردیا ہے قوم و دیں کا افتخار

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بَلا آوے ہزار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم بر قرار

عزّت و ذلّت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

میرے جیسے کو جہاں میں تونے روشن کر دیا
کون جانے اے مِرے مالک ترے بھیدوں کی سار

تیرے اے میرے مربّی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

ابتداء سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند!
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اِک عظمت سے عار

پر مجھے تونے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
مَیں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ وبار

اِس میں میرا جُرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
کون ہوں تا رَدّ کروں حکمِ شہِ ذی الاقتدار

اب تو جو فرماں مِلا اُس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ مَیں ہوں بس ضعیف و ناتوان و دلفگار

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے روز وشب
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پُکار

قبضۂ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آجائیں پھر بے اختیار

گر کرے معجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دِلِ سنگیں جو ہووے مثلِ سنگِ کوہسار

ہائے میری قوم نے تکذیب کرکے کیا لیا
زلزلوں سے ہوگئے صدہا مساکن مثلِ غار

شرطِ تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اِس وقت پر — شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار
کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے — کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار
دل میں جو ارماں تھے وہ دل میں ہمارے رہ گئے — دشمنِ جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار
ایسے کچھ بگڑے کہ اب بنتا نظر آتا نہیں — آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار
کس کے آگے ہم کہیں اِس دردِ دل کا ماجرا — اُن کو ہے ملنے سے نفرت بات سننا درکنار
کیا کروں کیونکر کروں میں اپنی جاں زیر و زبر — کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار
اِسقدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات — دیکھنے سے جنکے شیطاں بھی ہوا ہے دلفگار
پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم و حیا — دیکھ کر سَو سَو نشاں پھر بھی ہے توہیں کاروبار
صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں — اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے — اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مرا — پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے — خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اَب اس وقت کر میری مدد — کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطعِ نظر — تانہ خوش ہو دشمنِ دیں جس پہ ہے لعنت کی مار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں — میری فریادوں کو سُن مَیں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ — مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
کیا سُلائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد — یہ تو تیرے پر نہیں اُمید اے میرے حصار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا — اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اَب سُن لے پکار
قوم میں فسق و فجور و معصیّت کا زور ہے — چھا رہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار
ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر — پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

اَب نہیں ہیں ہوش اپنے اِن مصائب میں بجا
رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار

کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنار

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آمرے اے نا خدا
آگیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

نورِ دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہوگئی
اپنی کجرائی پہ ہر دل کررہا ہے اعتبار

جس کو ہم نے قطرۂ صافی تھا سمجھا اور تقی
غور سے دیکھا تو کیڑے اسمیں بھی پائے ہزار

دُور بینِ معرفت سے گند نکلا ہر طرف
اِس وبا نے کھالئے ہر شاخِ ایماں کے ثمار

اے خدا بن تیرے ہو یہ آبپاشی کسطرح
جل گیا ہے باغِ تقویٰ دیں کی ہے اب اک مزار

تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار

اِک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں
اِک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار

کیا کہوں دنیا کے لوگوں کی کہ کیسے سو گئے
کسقدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار

عقل پر پردے پڑے سَو سَو نشاں کو دیکھ کر
نور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہوویں اہلِ نار

گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فنا
اِسکا ہووے ستیاناس اِس سے بگڑے ہوشیار

بدگمانی سے تو رائی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ
پَر کے اِک ریشہ سے ہو جاتی ہے کوّوں کی قطار

حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوفِ خدا
کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار

کیا خدا نے اتقیا کی عون و نصرت چھوڑ دی
ایک فاسق اور کافر سے وہ کیوں کرتا ہے پیار

ایک بدکردار کی تائید میں اتنے نشاں
کیوں دکھاتا ہے وہ کیا ہے بدکنوں کا رشتہ دار

کیا بدلتا ہے وہ اب اس سنّت و قانون کو
جس کا تھا پابند وہ از ابتدائے روزگار

آنکھ گر پھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا
کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میرے رازدار

جسکے دعویٰ کی سراسر افترا پر ہے بِنا
اُسکی یہ تائید ہو پھر جھوٹ سچ میں کیا نکھار

کیا خدا بھولا رہا تم کو حقیقت مل گئی؟
کیا رہا وہ بے خبر اور تم نے دیکھا حالِ زار

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بے شمار

جہل کی تاریکیاں اور سوءِ ظن کی تُند باد
جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اُڑے جیسے غبار

زہر کے پینے سے کیا انجام جُز موت و فنا
بدگمانی زہر ہے اس سے بچو اے دیں شعار

کانٹے اپنی راہ میں بوتے ہیں ایسے بدگماں
جنکی عادت میں نہیں شرم و شکیب و اصطبار

یہ غلط کاری بشر کے بدنصیبی کی ہے جڑھ
پر مقدّر کو بدل دینا ہے کس کے اختیار

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بُغض کی پرواہ نہیں
دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے ہمکو سہار

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

ہے سرِ رہ پر مرے وہ خود کھڑا مولیٰ کریم
پس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شریرانِ دیار

سنّت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے
تاعیاں ہو کون پاک اور کون ہے مُردار خوار

مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے اِک میرا معیں
تیغ کو کھینچے ہوئے اُس پر جو کرتا ہے وہ وار

دشمنِ غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار

اِس جہاں کا کیا کوئی داور نہیں اور دادگر
پھر شریر النفس ظالم کو کہاں جائے فرار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزّ و وقار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اِسۡمَعُوا صَوۡتَ السَّما جَاءَ الۡمَسِیۡح جَاءَ الۡمَسِیۡح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

آسماں باردنشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اِسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار
اے مکذّب کوئی اس تکذیب کا ہے انتہا کب تلک تو خوئے شیطاں کو کریگا اختیار
مِلّت احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بِنا آج پوری ہورہی ہے اے عزیزانِ دیار
گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا جس کی تحریکوں سے سُنتا ہے بشر گفتارِ یار
ورنہ وہ ملّت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا سایہ افگن جس پہ نورِ حق نہیں خورشیدوار
دیکھ کر لوگوں کے کینے دل مرا خوں ہوگیا قصد کرتے ہیں کہ ہو پامال دُرِّ شاہوار
ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اِک بلندی کی طرف وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار
نورِ دل جاتا رہا اِک رسم دیں کی رہ گئی پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلحِ دیں کیا بکار
راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں برخلافِ شہریار
ہائے مارِ آستیں وہ بن گئے دیں کیلئے وہ تو فربہ ہوگئے پر دیں ہوا زار و نزار
اِن غموں سے دوستو خم ہو گئی میری کمر مَیں تو مَر جاتا اگر ہوتا نہ فضلِ کردگار
اِس تپش کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہے تپش اس الم کو میرے وہ سمجھے کہ ہے وہ دلفگار
کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا مہرومہ کی آنکھ غم سے ہوگئی تاریک و تار
مفتری کہتے ہوئے اُن کو حیا آتی نہیں کیسے عالم ہیں کہ اُس عالم سے ہیں یہ برکنار
غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے وہ ہمارا ہوگیا اُس کے ہوئے ہم جانثار
میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار
اِک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
پَر مسیحا بن کے مَیں بھی دیکھتا روئے صلیب گرنہ ہوتا نامِ احمدؐ جس پہ میرا سب مدار
دشمنو! ہم اُسکی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی کیا کروگے تم ہماری نیستی کا انتظار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

کیا کروں تعریف حسنِ یار کی اور کیا لکھوں / اِک اَدا سے ہو گیا میں سیلِ نفسِ دوں سے پار
اس قدر عرفاں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا / آنکھ میں اُس کی کہ ہے وہ دُور تر از صحنِ یار
اُس رُخِ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہوئی / ہو گئے اسرار اُس دلبر کے مجھ پر آشکار
قوم کے لوگو! اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب / وادئ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
کیا تماشہ ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے / پھر بھی اِس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار
کیا اچنبھی بات ہے کافر کی کرتا ہے مدد / وہ خدا جو چاہیئے تھا مومنوں کا دوستدار
اہلِ تقویٰ تھا کرم دیں بھی تمہاری آنکھ میں / جس نے ناحق ظلم کی رہ سے کیا تھا مجھ پہ وار
بے معاون میں نہ تھا تھی نصرتِ حق میرے ساتھ / فتح کی دیتی تھی وحیٔ حق بشارت بار بار
پر مجھے اُس نے نہ دیکھا آنکھ اسکی بند تھی / پھر سزا پاکر لگایا سُرمۂ دُنبالہ دار
نام بھی کذّاب اُس کا دفتروں میں رہ گیا / اَب مٹا سکتا نہیں یہ نام تا روزِ شمار
اب کہو کس کی ہوئی نصرت جنابِ پاک سے / کیوں تمہارا متقی پکڑا گیا ہو کر کے خوار
پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے / کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار
قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیرِ مکر / بن گئے شیطاں کے چیلے اور نسلِ ہو نہار
پھر لگایا ناخنوں تک زور بن کر اِک گواہ / پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ اُن کو سازوار
ہم نگہ میں اُنکی دجّال اور بے ایماں ہوئے / آتشِ تکفیر کے اُڑتے رہے پیہم شرار
اب ذرا سوچو دیانت سے کہ یہ کیا بات ہے / ہاتھ کس کا ہے کہ ردّ کرتا ہے وہ دشمن کا وار
کیوں نہیں تم سوچتے کیسے ہیں یہ پردے پڑے / دل میں اُٹھتا ہے مرے رہ رہ کے اب سَو سَو بخار
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں / ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی / خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر / ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہو ویں شرمسار
اِس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اِک کذّاب کی / کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر ‏ / ‏ میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار
آفتابِ صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ ‏ / ‏ دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے کرتے ہیں پیار
روشنی سے بغض اور ظلمت پہ وہ قربان ہیں ‏ / ‏ ایسے بھی شپّر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار
سر پہ اِک سورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند ‏ / ‏ مرتے ہیں بن آب وہ اور در پہ نہرِ خوشگوار
طُرفہ کیفیت ہے اُن لوگوں کی جو منکر ہوئے ‏ / ‏ یوں تو ہر دم مشغلہ ہے گالیاں لیل و نہار
پر اگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو ‏ / ‏ جنکی نصرت سالہا سے کر رہا ہو کردگار
مُردہ ہو جاتے ہیں اِسکا کچھ نہیں دیتے جواب ‏ / ‏ زرد ہو جاتا ہے مُنہ جیسے کوئی ہو سوگوار
اُن کی قسمت میں نہیں دیں کیلئے کوئی گھڑی ‏ / ‏ ہوگئے مفتونِ دنیا دیکھ کر اُسکا سنگار
جی چُرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے ‏ / ‏ کیا یہی ہے زہد و تقویٰ کیا یہی راہِ خیار
کیا قسم کھائی ہے یا کچھ پیچ قسمت میں پڑا ‏ / ‏ روزِ روشن چھوڑ کر ہیں عاشقِ شب ہائے تار
انبیاء کے طور پر حجت ہوئی اُن پر تمام ‏ / ‏ اُنکے جو حملے ہیں اُنمیں سب نبی ہیں حصہ دار
میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پر آتا ہے ‏ / ‏ چھوڑ دینگے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار
مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کُفر پر کرتے ہیں مُہر ‏ / ‏ یہ تو ہے سب شکل اُنکی ہم تو ہیں آئینہ دار
ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اِس گھڑی ‏ / ‏ سال ہے اَب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار
تھا برس چالیس کا مَیں اِس مسافر خانہ میں ‏ / ‏ جبکہ مَیں نے وحیِ ربانی سے پایا افتخار
اِسقدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی ‏ / ‏ پھر عجب تر یہ کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار
ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دیئے مجھکو نشاں ‏ / ‏ ہر عدو پر حجتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار
نعمتیں وہ دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے ‏ / ‏ جن سے ہیں معنیٔ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ آشکار
سایہ بھی ہو جائے ہے اوقاتِ ظلمت میں جدا ‏ / ‏ پر رہا وہ ہر اندھیرے میں رفیق و غمگسار
اِس قدر نصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی ‏ / ‏ گر نہیں باور۔ نظیریں اِسکی تم لاؤ دو چار

پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر
اُس مہیمن سے ڈرو جو بادشاہ ہر دو دار

یہ کہاں سے سُن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو
کچھ نہیں تم پر عقوبت گو کرو عصیاں ہزار

نعرۂ اِنَّا ظَلَمْنَا سنّتِ ابرار ہے
زہر مُنہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہو نسلِ مار

جسم کو مَل مَل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دل کو جو دھووے وہی ہے پاک نزدِ کردگار

اپنے ایماں کو ذرا پردہ اُٹھا کر دیکھنا
مجھکو کافر کہتے کہتے خود نہ ہوں از اہلِ نار

گر حیا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
وہ مری ذلّت کو چاہیں پارہا ہوں میں وقار

کیا بگاڑا اپنے مکروں سے ہمارا آج تک
اژدہا بَن بَن کے آئے ہوگئے پھر سوسمار

اے فقیہو عالمو مجھ کو سمجھ آتا نہیں
یہ نشانِ صدق پاکر پھر یہ کیں اور یہ نقار

صدق کو جب پایا اصحابِ رسول اللہ نے
اُس پہ مال وجان وتن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار

پھر عجب یہ علم یہ تنقیدِ آثار و حدیث
دیکھ کر سَو سَو نشاں پھر کر رہے ہو تم فرار

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
رُوحِ انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار

کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہِ دنیا کیلئے
جاہِ دنیا کب تلک دنیا ہے خود ناپائیدار

کون در پردہ مجھے دیتا ہے ہر میداں میں فتح
کون ہے جو تم کو ہر دم کر رہا ہے شرمسار

تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اِک ادنیٰ شکار

بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی
خائب و خاسر رہے تم۔ ہوگیا میں کامگار

اِک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار

کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

اُس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مُرورِ روزگار

کھول کر دیکھو براہیںؔ جو کہ ہے میری کتاب
اُسمیں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اُس کو ایک بار

اَب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امرِ نہاں پر کس بشر کو اقتدار

قدرتِ رحمان و مکرِ آدمی میں فرق ہے
جو نہ سمجھے وہ غبی از فرق تا پا ہے حمار

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
راہِ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو اُمید وار

سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا جو میرے ساتھ تھا
کس کے فرماں سے میں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار

یہ بھی کچھ ایماں ہے یارو ہم کو سمجھائے کوئی
جسکا ہر میداں میں پھل حرماں ہے اور ذلّت کی مار

غُل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے
مَیں تو خود رکھتا ہوں اُنکے دیں سے اور ایماں سے عار

گر یہی دیں ہے جو ہے اُن کی خصائل سے عیاں
مَیں تو اِک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار

جان و دل سے ہم نثارِ ملّتِ اِسلام ہیں
لیک دیں وہ رہ نہیں جس پر چلیں اہلِ نقار

واہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

ناز مت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں
اِس کو ہیرا مت گماں کر ہے یہ سنگِ کوہسار

پیٹنا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے
جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہونگے آشکار

ہے یہ گھر گرنے پہ اے مغرور لے جلدی خبر
تا نہ دب جائیں ترے اہل و عیال و رشتہ دار

یہ عجب بدقسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی
پَر اُترتا ہی نہیں ہے جامِ غفلت کا خُمار

ہوش میں آتے نہیں سَو سَو طرح کوشش ہوئی
ایسے کچھ سوئے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار

دن بُرے آئے اکٹھے ہوگئے قحط و وبا
اب تلک توبہ نہیں اب دیکھئے انجام کار

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مفقود ہے
اَب قیامت تک ہے اس اُمّت کا قصوں پر مدار

یہ عقیدہ برخلافِ گفتۂ دادار ہے!
پر اُتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار

وہ خدا اَب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

گوہرِ وحیِ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اِک یہی دیں کیلئے ہے جائے عزّو افتخار

یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اسپہ ہو مُشکِ تتار

یہ وہ ہے مِفتاح جس سے آسماں کے دَر کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار

بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے / بس یہی اِک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار

ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں / محض قصّوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

ہے یہی وحیِ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشاں / جس کو یہ کامل ملے اُسکو ملے وہ دوستدار

واہ رے باغِ محبت موت جس کی رہ گذر / وصلِ یار اس کا ثمر۔ پر ارد گرد اُسکے ہیں خار

ایسے دل پر داغِ لعنت ہے ازل سے تا ابد / جو نہیں اسکی طلب میں بیخود و دیوانہ وار

پر جو دنیا کے بنے کیڑے وہ کیا ڈھونڈیں اُسے / دیں اُسے ملتا ہے جو دیں کیلئے ہو بے قرار

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج / جسکی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دیں / مہدیٔ موعودِ حق اب جلد ہوگا آشکار

کون تھا جسکی تمنّا یہ نہ تھی اِک جوش سے / کون تھا جسکو نہ تھا اُس آنے والے سے پیار

پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی صدی / سب سے اوّل ہوگئے منکر یہی دیں کے منار

پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسمِ یہود / پھر مسیحِ وقت کے دشمن ہوئے یہ جُبہّ دار

تھا نوشتوں میں یہی از ابتدا تا انتہا / پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقشِ جدار

میں تو آیا اس جہاں میں ابنِ مریم کی طرح / مَیں نہیں مامور از بہرِ جہاد و کارزار

پر اگر آتا کوئی جیسی انہیں اُمید تھی / اور کرتا جنگ اور دیتا غنیمت بیشمار

ایسے مہدی کیلئے میداں کھلا تھا قوم میں / پھر تو اس پر جمع ہوتے ایک دم میں صد ہزار

پر یہ تھا رحمِ خداوندی کہ مَیں ظاہر ہوا / آگ آتی گر نہ مَیں آتا تو پھر جاتا قرار

آگ بھی پھر آگئی جب دیکھ کر اتنے نشاں / قوم نے مجھ کو کہا کذّاب ہے اور بد شعار

ہے یقیں یہ آگ کچھ مدّت تلک جاتی نہیں / ہاں مگر توبہ کریں باصد نیاز و انکسار

یہ نہیں اِک اتفاقی امر تا ہوتا علاج / ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی اور تبار

وہ خدا جسنے بنایا آدمی اور دیں دیا / وہ نہیں راضی کہ بے دینی ہو ان کا کاروبار

بے خدا بے زہد و تقویٰ بے دیانت بے صفا / بَن ہے یہ دنیائے دوں طاعون کرے اُسمیں شکار

صیدِ طاعوں مت بنو پورے بنو تم متّقی / یہ جو ایماں ہے زباں کا۔ کچھ نہیں آتا بکار

موت سے گر خود ہو بے ڈر کچھ کرو بچوں پہ رحم ۔۔۔ امن کی رہ پر چلو بَن کو کرو مت اختیار

بَن کے رہنے والو! تم ہرگز نہیں ہو آدمی ۔۔۔ کوئی ہے روبہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

اِن دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا ۔۔۔ تُو تو رب العالمیں ہے اور سب کا شہریار

تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں ۔۔۔ جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار

ٹوٹے کاموں کو بناوے جب نگاہِ فضل ہو ۔۔۔ پھر بنا کر توڑ دے اِک دم میں کر دے تار تار

تو ہی بگڑی کو بناوے توڑ دے جب بن چکا ۔۔۔ تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سَو کرے کوئی بچار

جب کوئی دل ظلمتِ عصیاں میں ہووے مبتلا ۔۔۔ تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار

اِس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سود ہے ۔۔۔ اِک تری قیدِ محبّت ہے جو کر دے رستگار

دل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دل ہے کیا ۔۔۔ دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبرِ یکتا قرار

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیٔ وجود ۔۔۔ پس کرو اِس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار

تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام ۔۔۔ اسطرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار

تیرے مُنہ کی بھوک نے دل کو کیا زیر و زبر ۔۔۔ اے مرے فردوسِ اعلیٰ اب گرا مجھ پر ثمار

اے خدا اے چارہ سازِ درد ہم کو خود بچا ۔۔۔ اے مرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دلفگار

باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل ۔۔۔ ملتے ہیں مشکل سے ایسے سیب اور ایسے انار

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے ۔۔۔ ایسے جینے سے تو بہتر مَر کے ہو جانا غبار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے ۔۔۔ فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار

جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دُور ہیں ۔۔۔ رَہ میں حق کی قوّتیں اُن کی چلیں بن کر قطار

چُھٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری اُلفت کے اسیر ۔۔۔ جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بَر پائی بہار

سب پیاسوں سے نکوتر تیرے مُنہ کی ہے پیاس ۔۔۔ جسکا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار

جسکو تیری دُھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا ۔۔۔ جسکو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت ۔۔۔ کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرط رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار

مَیں تو تیرے حکم سے آیا مگر افسوس ہے
چل رہی ہے وہ ہوا جو رخنہ اندازِ بہار

جیفۂ دنیا پہ یکسر گرگئے دنیا کے لوگ
زندگی کیا خاک اُن کی جو کہ ہیں مُردار خوار

دیں کو دیکر ہاتھ سے دنیا بھی آخر جاتی ہے
کوئی آسودہ نہیں بِن عاشق و شیدائے یار

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوبتر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

سَو چڑھے سورج نہیں بن روئے دلبر روشنی
یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہے شبِ تاریک و تار

اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اِک بےنظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اِس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے اُمّیدوار

کون ہے جسکے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
کون کرتا ہے وفا بِن اُسکے جس کا دلفگار

غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل و نہار

کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے اکل و شرب
کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُرخطر
عشق ہے جو سر جھکادے زیرِ تیغِ آبدار

پر ہزار افسوس دنیا کی طرف ہیں جھک گئے
وہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانۂ ناپائیدار

جس کو دیکھو آجکل وہ شوخیوں میں طاق ہے
آہ رحلت کر گئے وہ سب جو تھے تقویٰ شعار

منبروں پر اُن کے سارا گالیوں کا وعظ ہے
مجلسوں میں اُنکی ہر دم سبّ و غیبت کاروبار

جس طرف دیکھو یہی دنیا ہی مقصد ہوگئی
ہر طرف اس کیلئے رغبت دلائیں بار بار

ایک کانٹا بھی اگر دیں کیلئے اُن کو لگے
چیخ کر اِس سے وہ بھاگیں شیر سے جیسے حمار

ہر زماں شکوہ زباں پر ہے اگر ناکام ہیں
دیں کی کچھ پروا نہیں دنیا کے غم میں سوگوار

لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
مَیں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

اے میرے پیارے بتا تو کسطرح خوشنود ہو
نیک دن ہوگا وہی جب تجھ پہ ہوویں ہم نثار

جسطرح تو دُور ہے لوگوں سے میں بھی دُور ہوں / ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا رازدار
نیک ظن کرنا طریقِ صالحانِ قوم ہے / لیک سَو پردے میں ہوں اُن سے نہیں ہوں آشکار
بے خبر دونوں ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد / میرے باطن کی نہیں ان کو خبر اِک ذرّہ وار
ابنِ مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے / نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
مُلک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام / کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار
تاج و تختِ ہند قیصر کو مبارک ہو مدام / اُنکی شاہی میں مَیں پاتا ہوں رفاہِ روزگار
مجھکو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا / مجھکو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں / آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر / گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار
داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عزّ وجاہ / جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار
کام کیا عزّت سے ہمکو شہرتوں سے کیا غرض / گر وہ ذلّت سے ہو راضی اُسپہ سَو عزّت نثار
ہم اُسی کے ہوگئے ہیں جو ہمارا ہوگیا / چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہم نے پایا وہ نگار
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش ربّ العالمین / قرب اتنا بڑھ گیا جسسے ہے اُترا مجھ میں یار
دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دوستی / آملی الفت سے الفت ہو کے دوؔ دل پر سوار
دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے / ایک دل کرتا ہے جُھک کر دوسرے دل کو شکار
کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں / طے کریں اس راہ سے سالِک ہزاروں دشتِ خار
اُسکے پانے کا یہی اے دوستو اِک راز ہے / کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائے گا زر بے شمار
تیرِ تاثیرِ محبت کا خطا جاتا نہیں / تیراندازو! نہ ہونا سُست اسمیں زینہار
ہے یہی اِک آگ تاتم کو بچاوے آگ سے / ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار
اِس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل / اِس سے تم عرفانِ حق سے پہنوگے پھولوں کے ہار

وہ کتابِ پاک و برتر جس کا فرقاں نام ہے — وہ یہی دیتی ہے طالب کو بشارت بار بار

جنکو ہے انکار اس سے سخت ناداں ہیں وہ لوگ — آدمی کیونکر کہیں جب اُنمیں ہے حُمقِ حمار

کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر — کر دیا قصّوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار

مغزِ فرقانِ مطہّر کیا یہی ہے زُہدِ خشک — کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار

گر یہی اسلام ہے بس ہوگئی اُمّت ہلاک — کسطرح رہ مل سکے جب دیں ہی ہو تاریک و تار

منہ کو اپنے کیوں بگاڑا ناامیدوں کی طرح — فیض کے در کھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار

کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں — پھر وہی ضدّو تعصّب اور وہی کین و نقار

بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے — باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے ثمار

دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہوگئیں — جن کا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و افتکار

اُس زمانہ میں ذرا سوچو کہ مَیں کیا چیز تھا — جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اشتہار

پھر ذرا سوچو کہ اب چرچا مرا کیسا ہوا — کسطرح سُرعت سے شہرت ہوگئی درہر دیار

جانتا تھا کون کیا عزّت تھی پبلک میں مجھے — کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار

تھے رجوعِ خلق کے اسباب مال و علم و حکم — خاندانِ فقر بھی تھا باعثِ عزّو وقار

لیک اِن چاروں سے میں محروم تھا اور بے نصیب — ایک انساں تھا کہ خارج از حساب و از شمار

پھر رکھایا نام کافر ہوگیا مطعونِ خلق — کفر کے فتووں نے مجھ کو کردیا بے اعتبار

اِس پہ بھی میرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول — مرجعِ عالَم بنایا مجھ کو اور دیں کا مدار

سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کیلئے — کر دیئے اُس نے تبہ جیسے کہ ہو گرد و غبار

سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے — کوئی بتلائے نظیر اس کی اگر کرنا ہے وار

مکرِ انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر — پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار

مفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روسیہ — جلد تر ہوتا ہے برہم افترا کا کاروبار

افترا کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی
جو ہو مثلِ مدّتِ فخر الرسل فخر الخیار

حسرتوں سے میرا دل پُر ہے کہ کیوں منکر ہو تم
یہ گھٹا اب جھوم جھوم آتی ہے دل پر بار بار

یہ عجب آنکھیں ہیں سورج بھی نظر آتا نہیں
کچھ نہیں چھوڑا حسد نے عقل اور سوچ اور بچار

قوم کی بدقسمتی اِس سرکشی سے کھل گئی
پر وہی ہوتا ہے جو تقدیر سے پایا قرار

قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو ہیں دنیا کے کرم
مقصد اُن کی زیست کا ہے شہوت و خمر و قمار

مکر کے بَل چل رہی ہے اُن کی گاڑی روز و شب
نفس و شیطاں نے اُٹھایا ہے انہیں جیسے کہار

دیں کے کاموں میں تو انکے لڑکھڑاتے ہیں قدم
لیک دنیا کیلئے ہیں نوجوان و ہوشیار

حلّت و حرمت کی کچھ پروا نہیں باقی رہی
ٹھونس کر مردار پیٹوں میں نہیں لیتے ڈکار

لافِ زہد و راستی اور پاپ دل میں ہے بھرا
ہے زباں میں سب شرف اور نیچ دل جیسے چمار

اے عزیزو کب تلک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ
ایک دن ہے غرق ہونا بادو چشمِ اشکبار

جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیٔ غربت کے خار

اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اُٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اُٹھالے سارا بار

تیری عظمت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مُردہ وار

کام دکھلائے جو تونے میری نصرت کیلئے
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زماں وہ کاروبار

کس طرح تونے سچائی کو مری ثابت کیا
میں ترے قرباں میری جاں تیرے کاموں پر نثار

ہے عجب اِک خاصیّت تیرے جمال و حسن میں
جس نے اِک چمکار سے مجھ کو کیا دیوانہ وار

اے مرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم
تیری قدرت سے نہیں کچھ دور گر پائیں سُدھار

مجھ کو کافر کہتے ہیں مَیں بھی انہیں مومن کہوں
گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شعار

مجھ پہ اے واعظ نظر کی یار نے تجھ پر نہ کی
حیف اُس ایماں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اَب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار

وہ خدا جس نے نبی کو تھا زرِ خالص دیا
زیورِ دیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سُنار

وہ دکھاتا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں اکراہ و جبر
دیں تو خود کھینچے ہے دل مثلِ بُتِ سیمیں عذار

پس یہی ہے رمز جو اُس نے کیا منع از جہاد
تا اُٹھاوے دیں کی راہ سے جو اُٹھا تھا اِک غبار

تا دکھاوے منکروں کو دیں کی ذاتی خوبیاں
جن سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اِسی سے آشکار

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار

اے مرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبُو تم بنو مشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

جس نے نفسِ دوں کو ہمّت کر کے زیرِ پا کیا
چیز کیا ہیں اُسکے آگے رستم و اسفندیار

گالیاں سُن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کِبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی
چھوڑ دو اُن کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار

چپ رہو تم دیکھ کر اُن کے رسالوں میں ستم
دَم نہ مارو گر وہ ماریں اور کر دیں حالِ زار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدّتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

افترا اُن کی نگاہوں میں ہمارا کام ہے
یہ خیال اللہ اکبر کس قدر ہے نابکار

خیر خواہی میں جہاں کی خوں کیا ہم نے جگر
جنگ بھی تھی صلح کی نیّت سے اور کیں سے فرار

پاک دل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں
اَب تو آنکھیں بند ہیں دیکھیں گے پھر انجام کار

جب کہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتے پھلتے نہیں
پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے ثمار

کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
کچھ تو اُس دن سے ڈرو یارو کہ ہے روزِ شمار

آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے
کس طرح ممکن کہ وہ قدّوس ہو کاذب کا یار

یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اِس میں بات ہے
بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار

مجھ کو خود اُس نے دیا ہے چشمۂ توحید پاک
تا لگاوے ازسرِنو باغِ دیں میں لالہ زار

دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار

خیرگی سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
اِن دنوں میں جبکہ ہے شورِ قیامت آشکار

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

پشتیِ دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہوں
نارسا ہے دستِ دشمن تابفرقِ ایں جدار

جاہلوں میں اس قدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی
کچھ بُرے آئے ہیں دن یا پڑگئی لعنت کی مار

کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
واہ رے شیطاں عجب انکو کیا اپنا شکار

اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
دوسری قوت کہاں گم ہوگئی اے ہوشیار

مَیں اگر کاذب ہوں کذّابوں کی دیکھوں گا سزا
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روزِ شمار

اس تعصّب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

ہائے وہ تقویٰ جو کہتے تھے کہاں مخفی ہوئی
ساربانِ نفسِ دوں نے کس طرف پھیری مہار

کام جو دکھلائے اُس خلّاق نے میرے لئے
کیا وہ کر سکتا ہے جو ہو مفتری شیطاں کا یار

مَیں نے روتے روتے دامن کر دیا تر درد سے
اب تلک تم میں وہی خشکی رہی باحالِ زار

ہائے یہ کیا ہوگیا عقلوں پہ کیا پتھر پڑے
ہوگیا آنکھوں کے آگے اُن کے دن تاریک و تار

یا کسی مخفی گناہ سے شامتِ اعمال ہے
جس سے عقلیں ہوگئیں بیکار اور اِک مردہ وار

گردنوں پر اُن کی ہے سب عام لوگوں کا گناہ
جنکے وعظوں سے جہاں کے آگیا دل میں غبار

ایسے کچھ سوئے کہ پھر جاگے نہیں ہیں اب تلک
ایسے کچھ بھولے کہ پھر نسیاں ہوا گردن کا ہار

نوعِ انساں میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے — وہ بدی آتی ہے اُس پر جو ہو اُس کا کاشتکار

چھوڑ کر فرقاں کو آثار مخالف پر جمے — سر پہ مسلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار

جبکہ ہے امکانِ کذب و کجروی اخبار میں — پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہی پر انحصار

جبکہ ہم نے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے — جبکہ خود وحیٔ خدا نے دی خبر یہ بار بار

پھر یقیں کو چھوڑ کر ہم کیوں گمانوں پر چلیں — خود کہو رؤیت ہے بہتر یا نقولِ پُر غبار

تفرقہ اسلام میں نقلوں کی کثرت سے ہوا — جس سے ظاہر ہے کہ راہِ نقل ہے بے اعتبار

نقل کی تھی اِک خطا کاری مسیحا کی حیات — جس سے دیں نصرانیت کا ہو گیا خدمت گذار

صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر — ہوگئے شیطاں کے چیلے گردنِ دیں پر سوار

موتِ عیسیٰؑ کی شہادت دی خدا نے صاف صاف — پھر احادیثِ مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار

گر گماں صحت کا ہو پھر قابلِ تاویل ہیں! — کیا حدیثوں کیلئے فرقاں پہ کر سکتے ہو وار

وہ خدا جس نے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا — اَب بھی وہ تائیدِ فرقاں کر رہا ہے بار بار

سر کو پیٹو! آسماں سے اب کوئی آتا نہیں — عمرِ دنیا سے بھی اَب ہے آگیا ہفتم[1] ہزار

اس کے آتے آتے دیں کا ہو گیا قصہ تمام — کیا وہ تب آئے گا جب دیکھے گا اس دیں کا مزار

---

[1] کُتب سابقہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عمر دنیا کی حضرت آدم علیہ السلام سے سات ہزار برس تک ہے۔ اِسی کی طرف قرآن شریف اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کہ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ یعنی خدا کا ایک دن تمہارے ہزار برس کے برابر ہے اور خدا تعالیٰ نے میرے دل پر یہ الہام کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک حضرت آدمؑ سے اسی قدر مدت بحساب قمری گذری تھی جو اس سورۃ کے حروف کی تعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتی ہے اور اس کے رو سے حضرت آدمؑ سے اب ساتواں ہزار بحساب قمری ہے جو دنیا کے خاتمہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ حساب جو سورۃ والعصر کے حروف کی اعداد کے نکالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے حساب سے قریباً تمام و کمال ملتا ہے صرف قمری اور شمسی حساب کو ملحوظ رکھ لینا چاہئے اور ان کی کتابوں سے پایا جاتا ہے جو مسیح موعود کا چھٹے ہزار میں آنا ضروری ہے اور کئی برس ہوگئے کہ چھٹا ہزار گذر گیا۔

کشتیٔ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے — اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
مجھکو دے اِک فوقِ عادت اے خدا جوش و تپش — جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اِک دیوانہ وار
وہ لگادے آگ میرے دل میں ملّت کیلئے — شعلے پہنچیں جس سے ہر دم آسماں تک بیشمار
اے خدا تیرے لئے ہر ذرّہ ہو میرا فدا — مجھکو دکھلادے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز — کام تیرا کام ہے ہم ہوگئے اب بے قرار
اِک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف — نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار
ایک فرقاں ہے جو شک اور ریب سے وہ پاک ہے — بعد اِسکے ظنِّ غالب کو ہیں کرتے اختیار
پھر یہ نقلیں بھی اگر میری طرف سے پیش ہوں — تنگ ہو جائے مخالف پر مجالِ کار زار
باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر — مَیں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار
مرہم عیسٰی نے دی تھی محض عیسٰی کو شفا — میری مرہم سے شفا پائیگا ہر ملک و دیار
جھانکتے تھے نور کو وہ روزنِ دیوار سے — لیک جب دَر کھل گئے پھر ہوگئے شپّر شعار
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے — اب مَیں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار
پر ہوئے دیں کیلئے یہ لوگ مارِ آستیں — دشمنوں کو خوش کیا اور ہوگیا آزردہ یار
غُل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے — پاک کو ناپاک سمجھے ہوگئے مُردار خوار
گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دور تر ہیں جا پڑے — اُنکے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار
ہم نے یہ مانا کہ اُن کے دل ہیں پتّھر ہوگئے — پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار
کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں نا امید — آیت لَاتَيْئَسُوْا رکھتی ہے دل کو استوار
پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربّ ذوالمنن — یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائینگے بار
جن میں آیا ہے مسیحِ وقت وہ منکر ہوئے — مرگئے تھے اس تمنّا میں خواصِ ہر دیار
میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر — مَیں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار
میں نہیں رکھتا تھا اس دعوے سے اِک ذرّہ خبر — کھول کر دیکھو براہیں کو کہ تا ہو اعتبار
گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش — وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

مجھکو بس ہے وہ خدا عُہدوں کی کچھ پروا نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

اِن نشانوں[1] کو ذرا سوچو کہ کس کے کام ہیں
کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب دیوانہ وار

مفت میں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو
یہ خدا کا ہے۔نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکّاروں کا کار

ایسی سرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار

کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
جسکا چرچا کررہا ہے ہر بشر اور ہر دیار

مٹ گئے حیلے تمہارے ہوگئی حجت تمام
اب کہو کس پر ہوئی اے منکرو لعنت کی مار

بندۂ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب نہ دل میں خوفِ ہار

مت کرو بک بک بہت۔اُسکی دلوں پر ہے نظر
دیکھتا ہے پاکیٔ دل کو نہ باتوں کی سنوار

کیسے پتھر پڑگئے ہے ہے تمہاری عقل پر
دیں ہے منہ میں گرگ کے۔تم گرگ کے خود پاسدار

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمدؐ پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور ان کے وہ وار

کونسی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کونسے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار

کھارہاہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اِک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک
کیا یہ شمس الدیں نہاں ہو جائیگا اب زیرِ غار

جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

---

[1] اب تک کئی ہزار خدا تعالیٰ کے نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں۔زمین نے بھی میرے لئے نشان دکھلائے اور آسمان نے بھی اور دوستوں میں بھی ظاہر ہوئے اور دشمنوں میں بھی جن کے کئی لاکھ انسان گواہ ہیں اور ان نشانوں کو اگر تفصیلاً جدا جدا اشمار کیا جائے تو قریباً وہ سارے نشان دس لاکھ تک پہنچتے ہیں۔فالحمد للہ علی ذالک۔منہ

ہر نبیٔ وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر ۔ کر گئے وہ سب دُعائیں بادو چشمِ اشکبار
اے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ ۔ وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ روس اور جاپان سے ۔ مَیں غریب اور ہے مقابل پر حریفِ نامدار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر ۔ اے مری جاں کی پنہ فوجِ ملائک کو اُتار
بسترِ راحت کہاں اِن فکر کے ایّام میں ۔ غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شب ہائے تار
لشکرِ شیطاں کے نرغے میں جہاں ہے گھر گیا ۔ بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار
نسلِ انساں سے مدد اب مانگنا بے کار ہے ۔ اب ہماری ہے تری درگاہ میں یاربّ پکار
کیوں کریں گے وہ مدد اُن کو مدد سے کیا غرض ۔ ہم تو کافر ہو چکے اُن کی نظر میں بار بار
پر مجھے رہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے ۔ کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار
شکر لِلّٰہ میری بھی آہیں نہیں خالی گئیں ۔ کچھ بنیں طاعوں کی صورت کچھ زلازل کے بُخار
اِک طرف طاعونِ خونی کھا رہا ہے ملک کو ۔ ہو رہے ہیں صد ہزاراں آدمی اسکا شکار
دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ ۔ جس سے اِک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار
ایک ہی دم میں ہزاروں اس جہاں سے چل دیئے ۔ جس قدر گھر گر گئے اُن کا کروں کیونکر شمار
یا تو وہ عالی مکاں تھے زینت و زیب جلوس ۔ یا ہوئے اِک ڈھیر اینٹوں کے پُراز گرد و غبار
حشر جسکو کہتے ہیں اِک دم میں برپا ہو گیا ۔ ہر طرف میں مرگ کی آواز تھی اور اضطرار
دب گئے نیچے پہاڑوں کے کئی دیہات و شہر ۔ مَر گئے لاکھوں بشر اور ہوگئے دنیا سے پار
اِس نشاں کو دیکھ کر پھر بھی نہیں ہیں نرم دل ۔ پس خدا جانے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار
وہ جو کہلاتے تھے صوفی کیں میں سب سے بڑھ گئے ۔ کیا یہی عادت تھی شیخِ غزنوی کی یادگار
کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی زبدۃ الابرار ہیں ۔ پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ کچھ وحیٔ رحماں کی پھوار
پر وہی نافہم ملہَم اوّل الاعداء ہوئے ۔ آگیا چرخِ بریں سے اُن کو تکفیروں کا تار
سب نشاں بیکار اُن کے بُغض کے آگے ہوئے ۔ ہو گیا تیرِ تعصّب اُن کے دل میں وار پار

دیکھتے ہرگز نہیں قدرت کو اُس ستّار کی
گو سُناویں اُن کو وہ اپنی بجاتے ہیں ستار

صوفیا اب ہیچ ہے تیری طرح تیری تراہ
آسماں سے آگئی میری شہادت بار بار

قدرتِ حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہوگئے
یا محبت کے وہ دن تھے یا ہوا ایسا نقار

دھودیئے دل سے وہ سارے صحبتِ دیریں کے رنگ
پھول بن کر ایک مدّت تک ہوئے آخر کو خار

جس قدر نقدِ تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام
آہ! کیا یہ دل میں گذرا ہوں میں اِس سے دلفگار

آسماں پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر
دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گردو غبار

اِک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
تاریخ امروزہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء
جس سے گردش کھائینگے دیہات وشہر اور مرغزار

آئے گا قہرِ خدا سے خلق پر اِک انقلاب
اِک برہنہ سے نہ ہوگا یہ کہ تا باندھے ازار

یک بیک اِک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے[1]
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

اِک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر وزبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کردے گی انہیں مثلِ درختانِ چنار

---

[1] خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ اُس کو کہنا چاہیئے جس کی طرف سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا اشارہ کرتی ہے۔ لیکن میں ابھی تک اِس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو۔ اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں مَیں کاذب ٹھہروں گا مگر میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلافِ مذہب پر کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب آسکتا ہے اور نہ اس وجہ سے آسکتا ہے کہ کوئی میری بیعت میں داخل نہیں یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں۔ ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو جرائم پیشہ ہونا اپنی عادت رکھے اور فسق وفجور میں غرق ہو اور زانی، خونی، چور، ظالم اور ناحق کے طور پر بداندیش، بدزبان اور بدچلن ہو اس کو اِس سے ڈرنا چاہیئے اور اگر توبہ کرے تو اسکو بھی کچھ غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے قطعی نہیں ہے۔ منہ

ہوش اڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بے خود راہوار

خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائینگے جیسے شرابِ انجبار

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن وانس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار

اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس
اِس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار

وحیٔ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُرد بار

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درسِ توحید

(منقول از رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ دسمبر ۱۹۰۸ء)

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اسمیں وہ کیا نہیں

سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اُس یار سا نہیں

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اسکو فنا نہیں

سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یارو بُتوں میں وفا نہیں

اِس جائے پُرعذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستاں سَرا نہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیشگوئی جنگِ عظیم

(منقول از نوٹ بک حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

یہ نشانِ زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن
یہ تو اک لقمہ تھا جو تم کو کھلایا ہے نہار

اِک ضیافت ہے بڑی اے غافلو کچھ دن کے بعد
جس کی دیتا ہے خبر فرقاں میں رحماں بار بار

فاسقوں اور ظالموں پر وہ گھڑی دُشوار ہے
جس سے قیمہ بن کے پھر دیکھیں گے قیمہ کا بگھار

خوب کھل جائیگا لوگوں پہ کہ دیں کس کا ہے دیں
پاک کر دینے کا تیرتھ کعبہ ہے یا ہردوار

وحیِ حق کے ظاہری لفظوں میں ہے وہ زلزلہ
لیک ممکن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قِسموں کی مار

کچھ ہی ہو پر وہ نہیں رکھتا زمانہ میں نظیر
فوقِ عادت ہے کہ سمجھائے گا وہ روزِ شمار

یہ جو طاعوں ملک میں ہے اسکو کچھ نسبت نہیں
اُس بَلا سے وہ تو ہے اِک حشر کا نقش و نگار

وقت ہے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو!
سُست کیوں بیٹھے ہو جیسے کوئی پی کر کوکنار

تم نہیں لوہے کے کیوں ڈرتے نہیں اسوقت سے
جس سے پڑ جائے گی اِک دم میں پہاڑوں میں غبار

وہ تباہی آئیگی شہروں پہ اور دیہات پر
جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار

ایک دم میں غمکدے ہو جائیں گے عشرت کدے
شادیاں کرتے تھے جو پیٹیں گے ہو کر سوگوار

وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصرِ بریں
پست ہو جائینگے جیسے پست ہو اِک جائے غار

ایک ہی گردش سے گھر ہو جائینگے مٹی کا ڈھیر
جس قدر جانیں تلف ہونگی نہیں اُن کا شمار

پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں
اُن کو جو جھکتے ہیں اس درگہ پہ ہو کر خاکسار

یہ خوشی کی بات ہے سب کام اسکے ہاتھ ہے
وہ جو ہے دھیما غضب میں اور ہے آمرزگار

کب یہ ہوگا۔ یہ خدا کو علم ہے پر اس قدر
دی خبر مجھ کو کہ وہ دن ہوں گے ایامِ بہار

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" یہ خدا کی وحی ہے اب سوچ لو اے ہوشیار

یاد کر فرقاں سے لفظِ زُلْزِلَتْ زِلْزَالَهَا ایک دن ہوگا وہی جو غیب سے پایا قرار

سخت ماتم کے وہ دن ہونگے مصیبت کی گھڑی لیک وہ دن ہونگے نیکوں کیلئے شیریں ثمار

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائینگے جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

انبیاء سے بُغض بھی اے غافلو اچھا نہیں دُور تر ہٹ جاؤ اس سے ہے یہ شیروں کی کچھار

کیوں نہیں ڈرتے خدا سے کیسے دل اندھے ہوئے بے خدا ہرگز نہیں بدقسمتو کوئی سہار

یہ نشانِ آخری ہے کام کر جائے مگر ورنہ اب باقی نہیں ہے تم میں اُمّیدِ سدھار

آسماں پر ان دنوں قہرِ خدا کا جوش ہے کیا نہیں تم میں سے کوئی بھی رشید و ہونہار

اِس نشاں کے بعد ایماں قابلِ عزّت نہیں ایسا جامہ ہے کہ نو پوشوں کا جیسے ہو اُتار

اِسمیں کیا خوبی کہ پڑ کر آگ میں پھر صاف ہوں خوش نصیبی ہو اگر اب سے کرو دل کی سنوار

اَب تو نرمی کے گئے دن اب خدائے خشمگیں کام وہ دکھلائے گا جیسے ہتھوڑے سے لوہار[1]

اُس گھڑی شیطاں بھی ہوگا سجدہ کرنے کو کھڑا دل میں یہ رکھ کر کہ حکمِ سجدہ ہو پھر ایک بار

بے خدا اس وقت دنیا میں کوئی مامن نہیں یا اگر ممکن ہو اب سے سوچ لو راہِ فرار

---

[1] یاد رہے کہ جس عذاب کیلئے یہ پیشگوئی ہے اُس عذاب کو خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ کے لفظ سے بیان کیا ہے اگرچہ بظاہر وہ زلزلہ ہے اور ظاہر الفاظ یہی بتاتے ہیں کہ وہ زلزلہ ہی ہوگا لیکن چونکہ عادتِ الٰہی میں استعارات بھی داخل ہیں اسلئے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ غالباً تو وہ زلزلہ ہے ورنہ کوئی اور جانگداز اور فوق العادت عذاب ہے جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کی بار بار شائع کرنے کی اسی وجہ سے ضرورت پیش آئی ہے جو پہلے زلزلہ کی خبر جو اچھی طرح شائع نہیں کی گئی اس سے بہت سی جانوں کا نقصان ہوا۔ اسلئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ دوسری پیشگوئی میں جو زلزلہ کے بارے میں ہے جہاں تک میری طاقت ہے لوگوں کو خبر کردوں تا شاید میری بار بار کی اشاعت سے لوگوں کے دل میں صلاحیت کا خیال پیدا ہو جائے اور اس عذاب کے ٹلنے کیلئے اس بات کی ضرورت نہیں کہ کوئی عیسائی ہو یا ہندو، مسلمان ہو یا کوئی شخص ہماری بیعت کرے ہاں یہ ضرورت ہے کہ لوگ نیک چلنی اختیار کریں اور جرائم پیشہ ہونا چھوڑ دیں۔ منہ

تم سے غائب ہے مگر میں دیکھتا ہوں ہر گھڑی ۔۔۔ پھرتا ہے آنکھوں کے آگے وہ زماں وہ روزگار
گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں ۔۔۔ تم تو خود بنتے ہو قہرِ ذوالمنن کے خواستگار
وہ خدا حلم و تفضّل میں نہیں رکھتا نظیرؔ ۔۔۔ کیوں پھرے جاتے ہو اسکے حکم سے دیوانہ وار
میں نے روتے روتے سجدہ گاہ بھی تر کر دیا ۔۔۔ پر نہیں اِن خشک دل لوگوں کو خوفِ کردگار
یا الٰہی اِک نشاں اپنے کرم سے پھر دکھا ۔۔۔ گردنیں جھک جائیں جسسے اور مکذّب ہوں خوار
اِک کرشمہ سے دکھا اپنی وہ عظمت اے قدیر ۔۔۔ جسسے دیکھے تیرے چہرے کو ہر اِک عظمت شعار
تیری طاقت سے جو مُنکر ہیں انہیں اب کچھ دکھا ۔۔۔ پھر بدل دے گلشن و گلزار سے یہ دشتِ خار
زور سے جھٹکے اگر کھاوے زمیں کچھ غم نہیں ۔۔۔ پر کسی ڈھب سے تزلزل سے ہو ملّت رستگار
دین و تقویٰ گم ہوا جاتا ہے یارب رحم کر ۔۔۔ بے بسی سے ہم پڑے ہیں کیا کریں کیا اختیار
میرے آنسو اس غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں ۔۔۔ دیں کا گھر ویراں ہے اور دنیا کے ہیں عالی منار
دیں تو اِک ناچیز ہے دنیا ہے جو کچھ چیز ہے ۔۔۔ آنکھ میں اُن کی جو رکھتے ہیں زرو عزّ و وقار
جسطرف دیکھیں وہیں اِک دہریت کا جوش ہے ۔۔۔ دیں سے ٹھٹھا اور نمازوں روزوں سے رکھتے ہیں عار
جاہ و دولت سے یہ زہریلی ہوا پیدا ہوئی ۔۔۔ موجبِ نخوت ہوئی رفعت کہ تھی اِک زہرمار
ہے بلندی شانِ ایزد گر بشر ہووے بلند ۔۔۔ فخر کی کچھ جا نہیں وہ ہے متاعِ مستعار
ایسے مغروروں کی کثرت نے کیا دیں کو تباہ ۔۔۔ ہے یہی غم میرے دل میں جس سے ہوں میں دلفگار

اے مرے پیارے مجھے اس سَیلِ غم سے کر رہا
ورنہ ہو جائیگی جاں اس درد سے تجھ پر نثار

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بد ظنّی سے بچو

(منقول از مسوداتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اگر دل میں تمہارے شر نہیں ہے — تو پھر کیوں ظنِّ بد سے ڈر نہیں ہے
کوئی جو ظنِ بد رکھتا ہے عادت — بدی سے خود وہ رکھتا ہے اِرادت
گمانِ بَد شیاطیں کا ہے پیشہ — نہ اہلِ عِفّت و دیں کا ہے پیشہ
تمہارے دل میں شیطاں دے ہے بچّے — اِسی سے ہیں تمہارے کام کچّے
وہی کرتا ہے ظنِّ بد بِلا ریب — کہ جو رکھتا ہے پردہ میں وہی عیب
وہ فاسق ہے کہ جس نے رہ گنوایا — نظر بازی کو اک پیشہ بنایا
مگر عاشق کو ہرگز بَد نہ کہیو! — وہاں بَدظنّیوں سے بچ کے رہیو
اگر عُشّاق کا ہو پاک دامن — یقیں سمجھو کہ ہے تریاق دامن
مگر مشکل یہی ہے درمیاں میں — کہ گُل بے خار کم ہیں بوستاں میں
تمہیں یہ بھی سناؤں اس بیاں میں — کہ عاشق کس کو کہتے ہیں جہاں میں
وہ عاشق ہے کہ جسکو حسبِ تقدیر — محبّت کی کماں سے آلگا تیر
نہ شہوت ہے نہ ہے کچھ نفس کا جوش — ہوا اُلفت کے پیمانوں سے مدہوش

لگی سینہ میں اُس کے آگ غم کی
نہیں اس کو خبر کچھ پیچ و خم کی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جب سے اے یار تجھے یار بنایا ہم نے — ہر نئے روز نیا نام رکھایا ہم نے

کیوں کوئی خلق کے طعنوں کی ہمیں دے دھمکی
یہ تو سب نقش دل اپنے سے مٹایا ہم نے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

متفرق اشعار

(منقول از اشتہار اعلان مطبوعہ ریاضِ ہند امرتسر ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

قُدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت — اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کرونگا یہ میں ضرور — ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(منقول از ٹائیٹل پیج فتح اسلام مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

(الہامی اشعار)

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے — جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب — خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

(منقول از آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۸۱ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا! — قُدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا — کوئی پا جائے گا عزّت کوئی رسوا ہوگا

(منقول از حاشیہ اشتہار معیار الاخیار والاشرار مطبوعہ ۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء)

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے — جس کا کوئی بھی نہیں اُس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت — اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

(منقول از اشتہار مستیقناً بوحي الله القهّار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

دوستو اِک نظر خدا کے لئے — سیّدالخلق مصطفٰے کے لئے

(منقول از ایام الصلح صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

کوئی جو مُردوں کے عالم میں جاوے — وہ خود ہو مُردہ تب وہ راہ پاوے
کہو زندوں کا مُردوں سے ہے کیا جوڑ — یہ کیونکر ہو کوئی ہم کو بتاوے

(منقول از ضمیمہ تحفہ گولڑویہ حاشیہ صـ ۲۷ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(الہامی اشعار)

قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگوں سار ہوگئے جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہوگئے

(منقول از نزول المسیح صـ ۲۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۹ء)

مر گیا بدبخت اپنے وار سے کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے
کھل گئی ساری حقیقت سیف کی کم کرو اب ناز اُس مُردار سے

(منقول از نزول المسیح صـ ۲۲۵ مطبوعہ ۱۹۰۹ء)

(الہامی شعر)

چل رہی ہے نسیم رحمت کی جو دُعا کیجئے قبول ہے آج

(منقول از الحکم ۳۰/ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

دُشمن کا بھی خوب وار نکلا تِس پر بھی وہ آرپار نکلا

(منقول از رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ دسمبر ۱۹۰۹ء)

کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں ہم نے سَو سَو طرح سے سمجھایا
اس غرض سے کہ زندہ یہ ہوویں ہم نے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا
بھر گیا باغ اَب تو پھولوں سے آؤ بُلبل چلیں کہ وقت آیا

(منقول از اخبار الفضل ۳۱/ دسمبر ۱۹۱۳ء)

گروہ جاں کو طلب کرتے ہیں تو جاں ہی سہی بلا سے کچھ تو نپٹ جائے فیصلہ دل کا
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

(منقول از اخبار بدر ۱۷/ مئی ۱۹۰۶ء الہامی مصرع)

"پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن"

انابت اِلی اللہ کی تعلیم

مندرجہ ذیل نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیخ محمد بخش رئیس کڑیانوالہ ضلع گجرات کو لکھ کر عطا فرمائی تھی۔ جبکہ وہ سخت مالی مشکلات میں مبتلا تھے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ان کی تکالیف دُور کر دیں۔

(منقول از "اخبار الفضل" ۱۳؍ جنوری ۱۹۲۸ء)

اِک نہ اِک دن پیش ہو گا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہو گی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھکو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کُشا کے سامنے

حاجتیں پوری کرینگے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سر جھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے

چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆